

			ہندی الفاظ
			انگریزی الفاظ

✽ ”شکستہ دیوار کے بلے سے ایک مینارہ نور بلند ہوتا دکھائی دیا۔“ اس جملے کی وضاحت کیجیے۔
ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

(i) دھن (ii) ملک

(iii) دل (iv) صرف

❁ جملے کی قسم پہچانیے۔

۱۔ اس جرم میں تین بار کالج سے نکالے گئے۔

۲۔ دیش آزاد ہوا اور تم پر دھان منتری بنائے گئے تو کیا تجھواہ لوگے؟

۳۔ جواہر لال ! تم اس ننگے بھوکے دیش سے سو روپے تنخواہ لو گے۔ سو روپے !

✱ جملے کو خط کشیدہ کر کے اضافی ترکیب کے اجزاء مضاف، مضاف الیہ اور حروف اضافت لکھیے۔

۱۔ کانگریس کا تاریخی جلسہ تھا۔

۲۔ غبارِ خاطر کے خطوط سے ہمیں علم ہو چکا ہے۔

۳۔ بیوی کی سمجھ میں بات آگئی۔

* دیے گئے حرفی نمبروں کے مطابق ذیل کے نمبروں کی ترتیب میں سے اس ترتیب کو نقل کر کے ترتیب پانے والا لفظ لکھیے۔

۱۔ بے فکری / بے نیازی کے مفہوم والا لفظ ترتیب پاتا ہے۔

حروف کے نمبر : ا ا ت س غ ن
5 4 3 2 1 1

1 3 2 4 5 1 (i) نمبروں کی ترتیب :

1 1 4 3 5 2 (iii) 1 2 3 4 5 1 (ii)

۲۔ سبق کی ایک اہم شخصیت کے نام کا حصہ ترتیب پاتا ہے۔

حروف کے نمبر: ا م ن و ہ ی
6 5 4 3 2 1

1 2 3 4 5 6 (i) نمبروں کی ترتیب :

$$2\ 3\ 1\ 6\ 5\ 4 \text{ (iii)} \qquad 6\ 3\ 1\ 5\ 4\ 2 \text{ (ii)}$$

نرم دل - گرم دل

اضافی معلومات

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو جب انگریزوں نے نہایت بے دردی کے ساتھ کچل دیا اور ہزاروں مجاہد آزادی کو پھانسی پر چڑھا دیا تو یہاں عوام الناس کے دلوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی اور انگریزی حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ پروان چڑھنے لگا۔ انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لیے دوماخِ قائم ہو گئے۔ ایک گروہ میں بال گنگا دھر تک، پٹن چندر پال اور لالہ لاجپت رائے شامل تھے۔ ان لوگوں نے آزادی کی خاطر پولس کی لٹھیاں کھائیں۔ آزادی کے ان متوالوں کے گروہ کو 'گرم دل' کہا جاتا ہے۔ حسرت موہانی اس دل کے سب سے زیادہ فعال رکن تھے۔ انھوں نے سول نافرمانی میں عملاً حصہ لیا اور جیل گئے۔ جیل میں انھیں چٹائی پینے کی سزا دی گئی۔ جیل میں وہ روزانہ ایک من آٹا پیسا کرتے تھے۔ آزادی چاہنے والوں کا دوسرا محاذ عدم تشدد کا قائل تھا۔ وہ امن و آشتی کے ذریعے انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مہاتما گاندھی اور ان کے رفقا اس تحریک سے جڑے ہوئے تھے۔ پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد اور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان ان میں اہم نام ہیں۔ اس گروہ کو 'نرم دل' کہا جاتا ہے۔

۶۔ اُردو مراٹھی کے ثقافتی رشتے



سید بچی نشیط

پہلی بات : انسان زبان کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ زبانیں وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی ہیں۔ کسی علاقے میں بولی جانے والی زبان جب اپنے آس پاس موجود دوسری زبانوں کے تعلق میں آتی ہے تو فطری طور پر اس کا اثر بھی قبول کرتی ہے۔ ایک زبان کے الفاظ جب دوسری زبان میں شامل ہوتے ہیں تو وہ مزید ترقی یافتہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اُردو زبان نے بھی کئی زبانوں کے اثرات قبول کیے ہیں۔

ادب سماج کا آئینہ ہے۔ سماج میں جو بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، ان کے اثرات ادب پر پڑتے ہیں۔ سماجی اقدار، رسومات، رواج اور تہذیبی و تمدنی روایات سے ادب موضوعات اخذ کرتا ہے اور انہیں سماج میں پیش کرتا ہے۔ سماج میں نشوونما پانے کے دوران بعض مرتبہ کسی زبان کا ادب دوسری زبان کے ادب کو متاثر کرتا اور دوسری زبان کی ادبی روایتوں کو بھی قبول کرتا ہے۔ اُردو کے اثرات کی وجہ سے مراٹھی میں جس طرح غزل کو فروغ حاصل ہوا اسی طرح مراٹھی کے اثرات کی وجہ سے اُردو میں کئی مراٹھی اصناف کو قبول کیا گیا۔ درج ذیل سبق میں اُردو مراٹھی کے باہمی ثقافتی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

جان پہچان : سید بچی نشیط یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو کل گاؤں، ضلع ایوت محل میں پیدا ہوئے۔ اکتالیس سال درس و تدریس کے پیشے سے وابستگی کے بعد ۲۰۰۷ء میں وہ بحیثیت ہیڈ ماسٹر ملازمت سے سکدوش ہوئے۔ آپ کو تحقیق و تنقید سے بھی گہری دلچسپی ہے۔ ’اُردو میں حمد و مناجات، اسطوری فکر و فلسفہ، اُردو مراٹھی کے تہذیبی رشتے‘ آپ کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں آپ کو سیتو مادھوراؤ پگڑی ایوارڈ، مولانا قاضی سجاد حسین ایوارڈ اور حفیظ میرٹھی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔

مہاراشٹر میں مسلمانوں کی بود و باش اور تہذیب و تمدن کے آثار آٹھویں صدی عیسوی سے پائے جاتے ہیں۔ عرب تاجر مسعودی اور یاقوت کی کتابوں میں چول اور تھانہ میں مسلم بستیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ولہہ رائے گووند سوم (۸۱۴-۹۳۷ء) اور اموگھ ورش (۸۷۷-۸۱۴ء) کے دور حکومت میں تو مسلمانوں میں شرعی امور کی پاسداری کے لیے مسلمان ناظم مقرر کیا جاتا تھا جسے مقامی زبان میں ’ہنرمَن‘ کہتے تھے۔ یہ غیر مسلم بادشاہ مسلمان مجرموں کو شریعت کے مطابق سزا دیا کرتے تھے اور ہنرمَن کے انصاف پر تکیہ کیا جاتا تھا۔

اتحاد و اتفاق کی بدولت یہاں کی ہندو مسلم ثقافت ایک دوسرے سے متاثر ہوتی رہی اور ایک دوسرے کو متاثر کرتی رہی، اس پر مستزاد یہاں کی روحانی تعلیم جس کے سوتے صوفی سنتوں کی خانقاہوں سے پھوٹے۔ انھوں نے ظاہری رنگ ڈھنگ کو اُجالنے کی بجائے باطن کو جگلی کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ظاہری اعتبار سے تو آدمی کا مذہب الگ الگ ہو سکتا ہے، باطن میں البتہ اس کی روح ایک ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں خانقاہوں میں ہندوؤں کے گرو اور مٹھوں میں مسلمانوں کے مرشد آپس میں ہم رشتہ دکھائی دینے لگے تھے۔ غرض کہ مہاراشٹر میں خسروانہ جاہ و جلال اور درویشانہ فقر و حال کے مابین یگانگت اور بھائی چارے کی نشوونما ہوتی رہی اور اس سازگار ماحول میں ہندو مسلمان ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے عقیدوں کا احترام کرنے لگے تھے۔ سماجی دوریاں ختم ہونے

لگی تھیں اور ثقافتی رشتے مضبوط ہونے لگے تھے۔ ایسے حالات میں زبانوں کے اشتراک اور بلا تفریق استعمال نے ان کے ادب پر بھی اثر ڈالا۔ چنانچہ مراٹھی کے صوفی شاعر شیخ محمد کا یہ شعر زبانوں کی ثقافتی یکجہتی کی عمدہ مثال پیش کرتا ہے۔

دونوں انھیاں کا آپچی دیکھنا

دُئی بھاشی ور نیلا آپچی جانا

दोनो अंखियाँ का एकचो देखना

दुई भाषी वरनेला एकचो जाना

یعنی جس طرح دونوں آنکھوں سے ہم ایک ہی چیز دیکھ سکتے ہیں، اسی طرح دو زبانوں میں ایک ہی مضمون بیان ہو سکتا ہے۔ شیخ محمد نے اپنی بعض مراٹھی نظموں میں ایک مصرع مراٹھی کا تو دوسرا اُردو کا لکھا ہے۔ اس طرح کی شعری صنعت کو تلمیج کہتے ہیں۔ اس دور میں اُردو اور مراٹھی زبان و ادب کو قریب لانے کی یہ کوشش قابلِ تعریف کہی جاسکتی ہے۔ یہی روایت ہمیں مراٹھی سنت شاعر ایکنا تھ مہاراج کی مراٹھی نظم ’ہندو- ترک سنو اد‘ میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے رسول اکرمؐ کی ایک نعت بھی لکھی ہے جو غیر مسلم شعرا کے نعتیہ کلام کا اولین نمونہ ہے۔ اس طرح نفرت کی بنیخ کئی کرنے اور تمام نوعِ انسانی میں بھائی چارہ اور محبت پیدا کرنے کے لیے مراٹھی کے ان سنت شاعروں نے دھرم، ذات پات اور زبان کے امتیاز و تفوق سے ہٹ کر انسانی فلاح کا رشتہ ہموار کیا۔

باہمی رفاقتوں کا یہ سلسلہ اُردو میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سترہویں صدی کے معروف بزرگ سید امین نے ’مجنوب السالکین‘ لکھی تھی۔ اس کتاب کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا، ”میں چاہتا ہوں کہ مذکور کروں صوفیائے ہر دو قوم کا بیچ دھنی زبان کے۔ میرے جیو میں آیا کہ مسلمانی ہو رہندو مذہبی لفظاں جمع کر کر واسطے صوفیان ہر دو قوم کے ایک رسالہ بناؤں۔“ سید امین نے اس کتاب میں مراٹھی محاوروں اور کہاوتوں کا بڑی خوب صورتی سے استعمال کیا ہے۔ شیواجی مہاراج کے دور کے مشہور سنت رام داس سوامی کے شاگردوں میں شاہ تراب چشتی کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنے استاد کی مشہور مراٹھی کتاب ’مناپے شلوک‘ سے متاثر ہو کر دھنی زبان میں ’من سمجھاؤں‘ لکھی تھی۔ ان دونوں کتابوں کی خوبی یہ ہے کہ ان کی بحر ایک ہی ہے اور بعض مضامین میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یہ کتابیں آدمی کی اندرونی اصلاح اور سماجی فلاح کے لیے لکھی گئی تھیں۔ اس طرح ہندو اور مسلمان شعرا کی یہ ساری کوششیں اُردو اور مراٹھی کے ادبی روابط کو مضبوط کرنے میں بڑی اہمیت کی حامل رہی ہیں۔

عربی، فارسی اور اُردو میں مرثیے کو وقار حاصل ہے۔ یہ ایک ادبی شعری صنف ہے جسے مراٹھی میں ’روایتی‘ کہا جانے لگا۔ فرق اتنا تھا کہ ’روایتی‘ نوحہ اور بین کے قبیل کی صنف بن کر مراٹھی میں گائی جانے لگی۔ اس کے برعکس ’بھاروڑ‘ خالص مراٹھی صنف رہی ہے۔ اس میں رمز یہ حقیقت کو آشکار کیا جاتا ہے۔ اُردو میں خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے اپنا رسالہ ’شکارنامہ‘ اسی اسلوب میں لکھا ہے۔ مراٹھی میں ایکنا تھ کے بھاروڑ بہت مشہور ہیں۔

اُردو مراٹھی کے یہ ادبی دھارے آگے بڑھ کر مہاراشٹر کی ثقافت کو بھی اپنے میں سمو لیتے ہیں۔ یہاں کی ثقافت میں ’پھلگری‘ کے کھیل کو مذہبی تقدس حاصل ہے۔ ناگ پنخمی کے تہوار پر عورتیں پھلگری کھیلتی ہیں۔ اس کھیل میں دو عورتیں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر گول گھومتی ہیں۔ گھومتے وقت زمین پر پاؤں کا جماؤ اور پشت کی جانب جسم کا پورا جھکاؤ ہوتا ہے اس لیے ایک دوسرے کے ہاتھوں

کو مضبوطی سے پکڑا جاتا ہے۔ پوری قوت سے گھومنے کی وجہ سے سانس پھولنے لگتی ہے اور ہو ہو کی آواز منہ سے نکلتی ہے۔ پھگڑی کے کھیل کے ان نکات کو ذہن میں رکھ کر اُردو میں بعض 'پھگڑی نامے' لکھے گئے ہیں۔ ایک قدیم دکنی شاعر فرید کے 'پھگڑی نامے' میں 'ذکر دم' کی تعلیم دی گئی ہے۔ چشتی سلسلے کے صوفیوں میں 'ذکر دم' کی بڑی اہمیت ہے۔ سانس اندر لیتے وقت 'اللہ' اور خارج کرتے وقت 'ہو' کا ورد اس میں کیا جاتا ہے۔ بعض صوفیاء دونوں جگہ 'اللہ، اللہ' کے ورد کو روا رکھتے ہیں تو بعض صرف 'ہو، ہو' پر اکتفا کرتے ہیں۔ فرید نے اپنے پھگڑی نامے میں اسی ذکر کا ریاض کرایا ہے۔

فقیر اللہ شاہ نے البتہ اپنے پھگڑی نامے میں کہا ہے کہ جس طرح پھگڑی کے کھیل میں ہاتھوں کے چھوٹ جانے اور پیروں کے ڈگمگا جانے سے دور پھینکے جانے کا خدشہ رہتا ہے، اسی طرح صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے نفس اور شیطان کے وسوسوں سے پاؤں ڈگمگا جائیں اور اللہ کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو دوزخ کے عمیق گڑھے میں گر جاؤ گے۔

مراٹھی لوک ادب میں 'زاتے گیت' یعنی چکی پر گائے جانے والے گیتوں کی روایت رہی ہے۔ عورتیں بالعموم صبح کے وقت پتھر کی چکی پر اناج پیسا کرتی تھیں۔ چکی پیستے وقت تکان دور کرنے کے لیے عورتیں گیت بھی گاتیں۔ یہ لوک گیت مراٹھی شاعری کا ایک حصہ بن گئے ہیں۔ اُردو میں تعلیم نسواں کے لیے ہمارے صوفیائے کرام نے اسی قبیل کے گیت 'چکی نامے' کے عنوان سے لکھے ہیں۔ ان میں ایک 'چکی نامہ' خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب ہے۔ اس گیت میں کہا گیا ہے کہ "تن کی چکی کو شریعت کی کیل پر ایمان کے دستے کے سہارے اتنا گھماؤ کہ سوتن (شیطان) تھک جائے۔"

اس سے پتا چلتا ہے کہ عورتوں کے مزاج اور ان کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر ہی اس طرح کے چکی نامے لکھے گئے ہیں۔ میراں جی اور فاروقی دکنی کے چکی نامے بھی اُردو کے لوک ادب میں شمار ہو سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ تربیتِ نسواں کے لیے جس طرح مراٹھی میں 'پالنے گیت'، 'بھوپالی' وغیرہ لکھے گئے، اُردو میں 'لوری نامے'، 'جھولنا نامے'، 'سہاگن نامے' جیسی نظمیں عورتوں کی اصلاح کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اُردو میں اس ادبی ثقافت کو مراٹھی کی تقلید کہا جاسکتا ہے۔ ان منظومات میں اگرچہ ادبیت کی کمی ہے لیکن عوامی ادب میں ان کا مقام مسلم ہے۔

معانی و اشارات

تکیہ کرنا	- بھروسہ کرنا	فقر و حال	- غربت، افلاس
پاسداری	- بجا آوری، لحاظ	اشتراک	- میل جول، شراکت داری
مستزاد	- زائد	اپچی	- ایک ہی
خانقاہ	- صوفیوں کی تعلیم گاہ	ٹرک	- مراد مسلمان
باطن	- اندرون	دُئی	- دو
مچلی کرنا	- روشن کرنا	بھاشی	- زبان
خسروانہ	- شاہانہ	ورنیلا	- بیان کیا گیا
جاہ و جلال	- شان و شوکت	جانا	- جانے

بیخ کنی کرنا - ختم کرنا، جڑ سے اُکھاڑنا
تفوق - برتری
جیو - جی
لفظاں - دکھنی میں 'لفظ' کی جمع
رسالہ - چھوٹی کتاب، کتابچہ
خداشہ - ڈر، خوف

عمیق - نہایت گہرا
پالنے گیت - لوری نامہ
بھوپالی - بچوں کو صبح نیند سے جگانے کے لیے گایا جانے والا گیت
مسلم - تسلیم کیا ہوا

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

* ذیل کے بیانات میں سے صحیح بیانات کو نقل کیجیے۔

- ۱۔ سازگار ماحول میں ہندو، مسلمان ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے عقیدوں کا احترام کرنے لگے تھے۔
- ۲۔ صوفی سنتوں نے ظاہری رنگ ڈھنگ کو روشن کرنے کی سعی کی۔
- ۳۔ یہ غیر مسلم بادشاہ تمام مجرموں کو شریعت کے مطابق سزا دیتے تھے۔
- ۴۔ شعر کا ایک مصرع مراٹھی اور دوسرا مصرع اُردو کا ہو تو اسے صنعتِ تلمیج کا شعر کہا جاتا ہے۔
- ۵۔ سنت تکارام مہاراج نے آپ کی عقیدت میں ایک نعت لکھی تھی۔

* ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

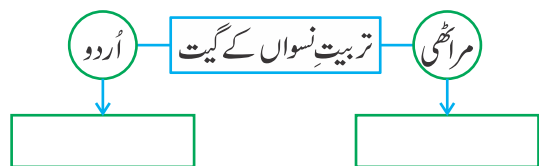
- ۱۔ مہاراشٹر میں مسلمانوں کی بود و باش کے زمانے کا تعین کیجیے۔
- ۲۔ صوفیوں اور سنتوں کی روحانی درس گاہوں کے نام لکھیے۔
- ۳۔ جس صنف میں 'ذکر دم' کا تذکرہ ہے اُس کا نام لکھیے۔
- ۴۔ سبق میں مذکور کوئی چار صوفیوں کے نام لکھیے۔
- ۵۔ ولہجہ رائے گووند کے دورِ حکومت کے پس منظر میں 'ہنرمیں' کی حقیقت بیان کیجیے۔
- ۶۔ صوفی سنتوں کے لیے استعمال کیے جانے والے دوسرے الفاظ لکھیے۔

- ۷۔ صوفی شاعر شیخ محمد کے شعر کا مطلب بیان کیجیے۔
- ۸۔ مصنف کے مطابق صنعتِ تلمیج کے استعمال کا سبب لکھیے۔
- ۹۔ سنت رام داس سوامی اور شاہ تراب چشتی کی کتابوں میں یکسانیت کو اجاگر کیجیے۔
- ۱۰۔ مراٹھی شاعری کی کوئی دو شعری صنعتوں کے نام لکھیے۔
- ۱۱۔ مراٹھی زبان کے اولین نعت گو شاعر کا نام لکھیے۔
- ۱۲۔ 'چٹائی' نامے کے لیے مراٹھی اصطلاح لکھیے۔
- ۱۳۔ اس مذہبی خیال کو بیان کیجیے جس کی عملی تعبیر پھلڑی کا کھیل ہے۔

* گروہ 'الف' میں مصنفین کے نام دیے ہوئے ہیں اور گروہ 'ب' میں کتابوں کے نام ہیں۔ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

مصنفین	کتابیں
سید امین	اسطوری فکر و فلسفہ
سنت رام داس سوامی	منہاچے شلوک
شاہ تراب چشتی	شکار نامہ
خواجہ بندہ نواز گیسو دراز	مجدوب السالکین
	من سمجھاؤں
	اُردو میں حمد و مناجات

* جدولی خاکہ مکمل کیجیے۔



* سبق سے محاورے تلاش کر کے لکھیے۔

* ذیل میں کہانی / واقعے کے آغاز کی ابتدائی سطریں دی ہوئی ہیں۔ اس کی مدد سے کہانی / واقعے کو مکمل کیجیے۔

قومی شاہراہ پر حسب معمول چھوٹی بڑی گاڑیوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ اچانک پانچ سات بچوں کا قافلہ تیز رفتار بانیک پر شور کرتا ہوا آ پہنچا۔ اچانک فضا میں چیخ اُبھری.....

اضافی معلومات اُردو کا عوامی ادب

عام طور پر عوامی ادب تحریری شکل میں نہیں ہوتا بلکہ سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے۔ عوامی ادب، لوک گیت، لوک ناچ اور لوک ناک کسی نہ کسی صورت میں دنیا بھر کی انسانی تہذیبوں میں ضرور پائے جاتے ہیں۔ عوامی ادب کا معیار عوامی سطح کا ہوتا ہے۔ اسے معیاری ادب کے اصولوں پر پرکھا نہیں جاتا۔ عوامی ادب میں مصنوعیت بالکل نہیں ہوتی بلکہ ذہن میں اُٹھنے والے خیالات اور دلی جذبات فطری طور پر بیان کر دیے جاتے ہیں۔ یہ ادب اصلاحی اور تفریحی قسم کا ہوتا ہے۔

مہاراشٹر کی صوبائی زبان مراٹھی میں عوامی ادب کی روایت نہایت مستحکم ہے۔ یہاں کے سنتوں نے لوک گیتوں کا سہارا لے کر عوام الناس کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے عورتوں کی اصلاح کے لیے زاتے گیت، پالنے گیت، بھوپالی، پھگڑی گیت وغیرہ نسوانی نفسیات کو سامنے رکھ کر لکھے ہیں۔ اُردو کے صوفیائے کرام نے بھی ایسے عوامی گیت لکھے ہیں۔ ان میں چکی پر گائے جانے والے گیت 'چکی نامے'، بچوں کو جھولے میں سُلانے کے لیے گائے جانے والے گیت 'لوری نامے'، چرخہ کا تے وقت گائے جانے والے گیت 'چرخ نامے' کہلاتے ہیں۔ صوفیوں نے ان گیتوں میں عوامی بولی اور عوامی رہن سہن کو شامل کرنے کے جتن کیے ہیں۔ اُردو میں ڈھول کے گیت اور شادی کے موقع پر گائے جانے والے گیت اسی قبیل کے ہیں۔

درج ذیل ویب سائٹس کا مشاہدہ کیجیے۔

www.urdughar.com
www.urdurisala.com
www.urduacademyonline.com
www.urduseek.com

* ذیل کے لفظوں کے ہم معنی لفظ سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔

رہائش، مذہبی عبادات و تعزیرات، زائد، کمی ہونا یا نہ ہونا، پروری، حقی لگانا، پیر

* خالی چوکون مکمل کیجیے۔

- ۱۔ مسلمان ناظم
- ۲۔ مراٹھی صوفی شاعر
- ۳۔ مراٹھی سنت شاعر
- ۴۔ مرثیہ مراٹھی ادب میں
- ۵۔ رمزیہ نظمیں
- ۶۔ ناگ پنچمی کا کھیل
- ۷۔ پھگڑی نامے کی تعلیم
- ۸۔ چکی پر گائے جانے والے گیت

* ہندوستان کی تہذیب و ثقافت اور صوفی سنتوں کی تعلیم کی

روشنی میں درج ذیل بیان کا استحسان کیجیے۔

”اتحاد و اتفاق کی بدولت یہاں کی ہندو مسلم ثقافت ایک دوسرے کو متاثر کرتی رہی۔ اس پر مستزاد یہاں کی رونی تعلیم جس کے سوتے صوفی سنتوں کی خانقاہوں سے پھوٹے۔ انھوں نے ظاہری رنگ ڈھنگ کو اُجالنے کی بجائے باطن کو مجلی کیا۔“

* جس طرح پھگڑی کے کھیل میں ہاتھوں کے چھوٹ جانے اور پیروں کے ڈمگ جانے سے دور پھینکے جانے کا خدشہ رہتا ہے، اسی طرح صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے نفس اور شیطان کے وسوسوں سے پاؤں ڈمگ جائیں اور اللہ کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو دوزخ کے عمیق گڑھے میں گر جاؤ گے۔

اللہ کی رسی ← صراطِ مستقیم ← نفس ←
شیطان کے وسوسے ← دوزخ

رواں خاکے کی مدد سے اس طرح استحسان کیجیے کہ درج بالا بیان واضح ہو جائے۔

عملی قواعد

مرکب جملہ

- ☆ تحریک آزادی کا درخت برگ و بار لایا / تو / اس کی فصل کا لوگوں میں بٹوارا ہوا۔
 - ☆ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں / کہ / الہ آباد میں کانگریس کا ایک جلسہ تھا۔
 - ☆ انھوں نے کسی درزی سے شروانی کی تراش سیکھی / اور / درزی کا قصہ ہی پاک ہو گیا۔
- اوپر کی مثالوں کے جملے دو دوصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ان میں الفاظ 'تو، کہ، اور' تہجے خطوط کے درمیان لکھے گئے ہیں، اپنے سے پہلے اور بعد آنے والے حصوں کو جوڑتے ہیں۔ ایسے جملوں کا ہر حصہ 'آزاد فقرہ' کہلاتا ہے (اگرچہ یہ اپنی جگہ پورا جملہ بھی ہے) جب یہ آزاد فقرے حروفِ عطف (تو، مگر، کہ، اور وغیرہ) سے جوڑے جاتے ہیں تو ان سے مرکب جملہ بنتا ہے۔ آزاد فقروں کو جوڑ کر مرکب جملہ بنانے کے لیے 'پھر، ورنہ، لیکن' وغیرہ کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

* نیچے دیے ہوئے جملوں کو قوسین میں دیے ہوئے لفظوں سے جوڑ کر مرکب جملہ بنائیے۔

- ۱۔ دعوت کا وقت آیا مہمان کے لیے ڈیوڑھی میں چٹائی بچھا دی۔
(تو، اور، پھر)
- ۲۔ تکیہ داہنی بغل میں ہے بائیں ہاتھ میں لوٹا ہے۔
(لیکن، اور، کہ)
- ۳۔ وہ ایک زندہ دل انسان تھے یہ سب عہد شباب کی باتیں ہیں۔
(پھر، مگر، تو)
- ۴۔ جیل تو ہزاروں لوگ گئے ان کی زندگی سے ہم ناواقف ہیں۔
(اور، لیکن، کہ)
- ۵۔ وہ غور و فکر کے عادی نہ تھے ان میں تدریج کی کمی تھی۔
(مگر، یا، اور)

محو حیرت ہوں...

آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ اپنے کسی فرانسیسی دوست سے موبائل فون پر اردو میں بات کریں اور وہ اسے فرانسیسی میں سنے یا کوئی عرب عربی میں بات کرے اور اسے آپ اردو میں سنیں۔ اب یہ ممکن ہے! اس کے لیے آپ کو ایک خاص قسم کے ہیڈ فون کا استعمال کرنا ہوگا جسے انٹرنیٹ کے سب سے بڑے سرچ انجن گوگل نے متعارف کرایا ہے۔ یہ چالیس زبانوں میں ترجمہ کرنے والا ہیڈ فون ہے۔ یہ پیکسل بٹ (pixel bit) اور مصنوعی ذہانت (artificial intelligence) کے استعمال کی بدولت ایک زبان کو دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کی خصوصیت رکھتا ہے۔ ایسا ہیڈ فون استعمال کر کے ہم کسی بھی غیر زبان کو موبائل پر آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ یہ صرف ترجمے کی حد تک محدود نہیں، اگر ہم کسی کو فون کرنا چاہیں تو موبائل ہاتھ میں پکڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی؛ ہیڈ فون کے مانک میں ہدایت دیں اور وہ فون پر رابطہ قائم کر دے گا۔ ہے نا دلچسپ بات!

شجر کاری

اضافی معلومات

درختوں اور جنگلات کی اندھا دھند کٹائی نے ماحول کا توازن بری طرح بگاڑ دیا ہے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف انسان بلکہ نباتات اور حیوانات کے لیے بھی کئی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ اس وقت دنیا کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ گلوبل وارمنگ کا ہے۔ اس شدید بحران نے دنیا کے ہر ملک کو پریشان کر رکھا ہے اور آئے دن اس کے سدباب کے لیے جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ اس خطرے سے نمٹنے کے لیے ہم ہر سال شجر کاری کرتے ہیں۔ گھروں، اسکولوں اور کھیتوں میں پودے لگاتے ہیں۔ ہماری مذہبی کتابوں میں بھی شجر کاری کی ترغیب ملتی ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمدؐ نے شجر کاری کو سراہتے ہوئے اپنی اُمت کو درخت لگانے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ”کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوائے پھر اس میں سے پرندہ یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔“ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ جب کوئی کسان کھیتی کرتا ہے تو پودوں کا پتہ پتا جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا ثواب کھیتی کرنے والے کو ملتا ہے۔

۷۔ مظفر حنفی سے ایک ملاقات



ادارہ

پہلی بات : عام طور پر ملازمت حاصل کرنے سے پہلے انٹرویو دینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کے عام معنی آپسی گفتگو ہے۔ اس قسم کے انٹرویو کے ذریعے ادارے اور کمپنیاں قابل اشخاص کا انتخاب کرتی ہیں۔ ایسے انٹرویو میں ملازمت کے امیدوار شخص کی عام معلومات، اہلیت، ذہنی استعداد اور شخصیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

انٹرویو کی ایک اور قسم ہے جس کے ذریعے کسی اہم شخصیت کے کارناموں کا تعارف حاصل کرنے کے علاوہ اس کی شخصیت اور انداز فکر سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے۔ اس کا تعلق ملازمت سے نہیں ہوتا۔ اس قسم کے انٹرویو سے ہمیں کسی شخص کے خیالات، ذہنی رجحانات اور شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ کی سہولت کے سبب انٹرویو کی کئی قسمیں وجود میں آئی ہیں۔ انٹرویو میں سماجی، سیاسی، ادبی، علمی اور دینی موضوعات پر گفتگو کی جاتی ہے۔ رسالے، ویڈیو کانفرنسنگ اور ٹیلی فون انٹرویو کے اہم ذرائع ہیں۔ بالمشافہ گفتگو کے علاوہ سوالنامے کے ذریعے بھی انٹرویو کیے جاتے ہیں۔

جان پہچان : محمد ابوالمظفر (مظفر حنفی) یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو کھنڈوہ (مدھیہ پردیش) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اُردو میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ایل ایل بی بھی کیا۔ مظفر حنفی شاد عارفی کے آخری شاگرد ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں ان کا تقرر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اُردو میں ہوا۔ پھر ۱۹۸۹ء میں وہ کلکتہ یونیورسٹی میں 'اقبال جیئرز' پروفیسر اور صدر شعبہ اُردو مقرر ہوئے۔ وہ ۲۰۰۱ء میں وہاں سے سبکدوش ہو کر ادب کی تخلیق میں مصروف ہیں۔

اسی سے زیادہ کتابوں کے مصنف، مرتب اور مترجم مظفر حنفی نے اُردو کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی۔ انھیں کئی اکیڈمیوں اور اداروں سے انعامات مل چکے ہیں۔ 'پانی کی زبان، تیکھی غزلیں، کھل جاسم سم، طلسم شخصیات، نقد ریزے، تنقیدی ابعاد، شاد عارفی: شخصیت اور فن' ان کی چند اہم کتابیں ہیں۔

ملاقاتی : اپنی زندگی کے ابتدائی حالات سے متعلق کچھ بتائیں۔

مظفر حنفی : میرا بچپن، لڑکپن اور جوانی سبھی غربت و افلاس اور سماجی بے انصافیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزرے ہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ میرا پرائمری اور مڈل اسکول کا زمانہ انتہائی عُسرت میں بسر ہوا۔ والد صاحب کھنڈوہ میں پرائمری اسکول کے ٹیچر تھے۔ والدہ تین بیٹیوں اور ایک بیٹے کے ساتھ آبائی وطن ہسوہ (فتح پور) میں رہنے پر مُصر تھیں۔ کھنڈوہ سے دس روپے کا منی آرڈر ہر مہینے آتا تھا جس میں ہم پانچ نفر مہینے بھر تنگی ترشی میں بسر کرتے تھے۔ اس افلاس کے زمانے میں مڈل اسکول کے امتحان میں بورڈ کے پچیس ممتاز طلبہ کی فہرست میں میرا نام بھی تیسرے مقام پر تھا۔ اس دوران والد صاحب ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ میں ۱۹۵۲ء میں کانپور چلا گیا جہاں بہت تکلیفیں جھیل کر دو برس تک ملازمت کی تلاش میں بھٹکنے اور ناکام رہنے کے بعد بھوپال میں مڈل اسکول ٹیچر کی ملازمت ملی۔ تقرر دور دراز کے جنگلی اور دلدلی علاقے میں ہوا۔ متعصب اور تنگ نظر افسروں کی زیادتیوں کے خلاف احتجاجاً تین برس بعد میں نے استعفیٰ دے دیا۔ والدین کی خواہش کے مطابق میں نے دوبارہ ملازمت کی۔ پھر میری شادی ہو گئی۔ چودہ برس تک محکمہ جنگلات

میں کلرک رہ کر ایم اے، ایل ایل بی اور پی ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ قلیل تنخواہ میں والدین اور بہنوں کی کفالت کے ساتھ اپنے بیوی بچوں کی پرورش کے لیے خاصے پاڑے بننے پڑے۔

آپ نے رسائل کے لیے کب لکھنا شروع کیا؟ آپ کی ابتدائی تخلیقات کہاں شائع ہوئیں؟

ملاقاتی

مظفر حنفی

کہانیاں اور داستانیں پڑھنے کا میرا شوق لڑکپن ہی میں جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ تیرہ برس کی عمر میں عین امتحان کے زمانے میں والد مرحوم نے ’طلسمِ ہوش ربا‘ پڑھتے ہوئے مجھے پکڑ لیا۔ خاصی سرزنش کی اور یہ بھی کہا کہ ایسا ہی شوق ہے تو پڑھ لکھ کر اس لائق بنو کہ تمھاری تحریریں دوسرے پڑھیں۔ چنانچہ اسی وقت سے چل میرے خامے بسم اللہ... دہلی سے بچوں کا رسالہ ’کھلونا‘ نیا نیا جاری ہوا تھا۔ بچوں کے لیے میرے تحریر کردہ لطیف، کہانیاں، نظمیں اسی پرچے میں چھپیں۔ پھر ’پھلوا ری‘ (دہلی)، ’ٹانی، کلیاں‘ (لکھنؤ)، ’دوست‘ (کراچی) اور ہندو پاک کے دوسرے بچوں کے رسالوں کے لیے میں نے خوب خوب لکھا۔ مقامِ شکر ہے کہ حکومتِ ہند کی مطبوعہ درسی کتابوں سے لے کر دیگر کئی ریاستوں کی درسی کتابوں میں میری تخلیقات شامل ہیں۔ میں اب بھی بچوں کے لیے نظمیں وغیرہ لکھتا رہتا ہوں۔

بچوں کے ادب میں کون سی خصوصیات ضروری ہیں؟

ملاقاتی

مظفر حنفی

ہم اپنے بچوں کو جادوگروں، پریوں اور آسیبوں کی کہانیاں بہت سنا چکے، آج کے بچوں میں بھی کچھ یقیناً ایسے ہوں گے جنھیں جادوئی کہانیاں پسند ہوں گی۔ ہندوستان کی تقریباً ہر زبان میں ایسی تخلیقات پہلے ہی سے موجود ہیں۔ آج بچوں کا ادب تخلیق کرنے والوں کو اپنے موضوعات اپنے آس پاس کی زندگی کے مختلف گوشوں سے منتخب کرنے ہوں گے جن میں میرے بیان کردہ مسائل یا ان سے ملتے جلتے ہزاروں دوسرے مسائل شامل ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ موجودہ ہندوستان کا بچہ جو پچھلی صدی کے بچوں سے کہیں زیادہ ذہین اور باشعور ہے، محض کوہِ قاف اور طلسماتی کہانیوں ہی سے دلچسپی رکھتا ہو۔

اگر ایسا ہے تو آپ کے خیال میں آج کل کے بچوں کے لیے کس قسم کے موضوعات پر بچوں کا ادب لکھا جانا چاہیے؟

ملاقاتی

مظفر حنفی

گزشتہ برسوں میں راکیش شرما کی خلائی مہم میں بچوں نے جس گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا، وہی میرے خیال کا منہ بولتا جواب ہے کہ آج بچے مصنوعی سیاروں، روبوٹ، کمپیوٹر اور پِن ڈبّیوں کو وہی درجہ دیتے ہیں جو کل ماضی میں دیوؤں اور پریوں کو حاصل تھا۔ آج کے بچے کا کوہِ قاف خلا ہے اور پرستان انٹارکٹکا ہے۔ کوئی بھی موضوع، خواہ وہ سماجی برائیوں سے تعلق رکھتا ہو یا کوہِ پیما سے، وہ سائنسی مہم ہو یا جنگ جوئی، بذاتِ خود دلچسپ نہیں ہوا کرتا۔ اسے دلچسپ بنانا ہے ہمارا برتاؤ اور سلیقہ۔ البتہ مقصدی کہانیاں لکھتے ہوئے ہمیں اس نکتے کو ضرور ملحوظ رکھنا ہوگا کہ بچہ براہِ راست اخلاقیات اور پسند و نصیحت کا درس سننا پسند نہیں کرتا۔ یہ کڑوی گولیاں اسے اسکول اور گھر میں کافی کھلائی جا چکی ہیں۔ کہانیوں کی کتابوں اور رسالوں کا سہارا وہ تفریح کی غرض سے لیتا ہے۔ چنانچہ ہمارے فنکاروں کو اپنے مقاصد شہد و شکر میں لپیٹ کر پیش کرنے ہوں گے۔ مجھے سو فی صد یقین ہے کہ ایسی مقصدی کہانیاں اور ادب جن میں بچوں کی دلچسپی کا وافر سامان بھی موجود ہوگا، واضح نصیحتوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ کارگر ثابت ہوں گے اور ان ہی کے بطن سے ایک

صاف سُتھرا، پرسکون، ترقی یافتہ روشن ہندوستان برآمد ہوگا۔

ملاقاتی : دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں بچوں کے ادب کی فنی و تدریسی صورتِ حال کیا ہے؟

مظفر حنفی : دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں بہت سی زبانیں رائج ہیں۔ میں ان سے واقف نہیں ہوں البتہ انگریزی سے یاد اللہ ہے

اور اس میں ادبِ اطفال کا انتہائی عمدہ اور معیاری ذخیرہ موجود ہے جو پیش کش کے لحاظ سے بھی بہت دلکش ہے۔

ملاقاتی : ہمارے نامور ادیبوں اور شاعروں نے بچوں کا ادب تخلیق کیا تھا، آج ہمارے مشہور قلم کار اس طرف توجہ کیوں نہیں

دیتے؟

مظفر حنفی : کوئی ایسا شاعر نہیں جس نے بچوں کے لیے ادب تخلیق نہ کیا ہو۔ میر، سودا وغیرہ کے علاوہ غالب نے تو بچوں کے لیے

’قادر نامہ‘ بھی لکھا ہے۔ ان کے بعد اقبال کو لیجیے۔ اقبال نے بچوں کے لیے کتنی اچھی نظمیں لکھی ہیں۔ آگے چلیں تو

فیض، کرشن چندر اور عصمت چغتائی ہیں۔ پھر حفیظ جالندھری، احمد ندیم قاسمی، مرزا ادیب، قرۃ العین حیدر کے نام مجھے

یاد آ رہے ہیں۔ ان کے جو دوسرے کارنامے ہیں، ان کی جانب لوگوں نے خوب توجہ کی لیکن ادبِ اطفال کو اپنی بنیاد

بنانے والے ادبا و شعرا کو اس لائق نہیں سمجھا گیا کہ ان پر کچھ لکھا جائے۔ ادبِ اطفال کی جانب نئے لکھنے والے اس

لیے بھی کم مائل ہوتے ہیں کہ وہاں سے حاصل کچھ نہیں ہوتا۔

ملاقاتی : بچوں کے غیر لسانی ادب مثلاً کارٹون، ویڈیوز، اینی میشن فلمیں وغیرہ کی تعلیمی اہمیت کیا ہے؟ یہ بچوں کی کردار سازی

میں کس حد تک مفید ہیں؟

مظفر حنفی : بے شک تدریسی کام میں یہ سب بہت معاون ہیں البتہ کردار سازی کے ساتھ یہ چیزیں بعض منفی اثرات بھی پیدا کرتی

ہیں۔ بچے اکثر کاکس کے بہت عادی ہو جاتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے لکھنے کا انھیں وقت نہیں ملتا اور صحت پر بھی بُرا اثر

پڑتا ہے اس لیے ان کے دیکھنے یا پڑھنے میں توازن ضروری ہے۔

ملاقاتی : ٹیلی وژن اور موبائل فون کو ادب کے لیے ایک چیلنج تصور کیا جا رہا ہے۔ لوگ اور خاص طور پر طلبہ کتابوں سے دور

ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

مظفر حنفی : ٹیلی وژن اور موبائل فون وغیرہ صرف ادب کے لیے ہی نہیں، پورے پرنٹ میڈیا کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔ آپ

کی تشویش درست ہے۔ پچھلے لوگ کہتے تھے چور کو نگہبان بنادینے سے چوریاں رُک جاتی ہیں۔ ایسا کچھ کیا جائے کہ

تدریس و تعلیم کے لیے الیکٹرانک میڈیا ہی میں زیادہ سے زیادہ گنجائش پیدا کی جائے۔

ملاقاتی : اُردو ادبِ اطفال میں آپ کا حصہ کیا اور کتنا ہے؟

مظفر حنفی : نشر میں کہانیوں کے میرے تین مجموعے ’نیلا ہیرا، بندروں کا مشاعرہ، حلوہ چور‘، بچوں کی نظموں کے چھ مجموعے

’کھیل کھیل میں، نرسری کے گیت، چٹخارے، مزے دار نظمیں، بچوں کے لیے، بول میری مینا‘ شائع ہو چکے ہیں۔

ملاقاتی : بچوں کے ادب کی ترقی کے لیے کون سے اقدامات ضروری ہیں؟

مظفر حنفی : بچوں کے لیے لکھتے وقت مصنف کو خود بچہ بن جانا چاہیے یعنی بچوں کی نفسیات سے اس کا بخوبی واقف ہونا ضروری

ہے۔ مصنف کا مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ بھی وسیع اور متنوع ہو۔ وہ تحریر میں بچوں کی دلچسپی کا وافر مواد مہیا کرے۔ ظرافت سے بھرپور کام لے۔ قدیم لوک کہانیوں اور داستانوں کو دورِ حاضر کی سائنسی ایجادات سے آمیز کر کے ادب تخلیق کیا جائے تو کارآمد نتائج برآمد ہوں گے۔ اُردو میں نرسری رائنمر کی سخت کمی ہے، لکھنے والوں کو اس طرف مائل کرنا چاہیے۔ دیکھا جا رہا ہے کہ زیادہ تر اساتذہ ہی بچوں کے لیے نصیحتوں کی پوٹ جیسی کہانیاں اور نظمیں لکھتے ہیں۔ بڑے اور مستند شاعروں اور ادیبوں کی ادب اطفال کی تخلیق میں شرکت لازمی ہے۔ بچوں کے لیے شاعری کرنے والوں کے مشاعرے ہونے چاہئیں۔ بچوں کے لیے لکھنے والوں کو ٹیلی وژن اور ریڈیو پر زیادہ مواقع فراہم کرنا چاہئیں۔

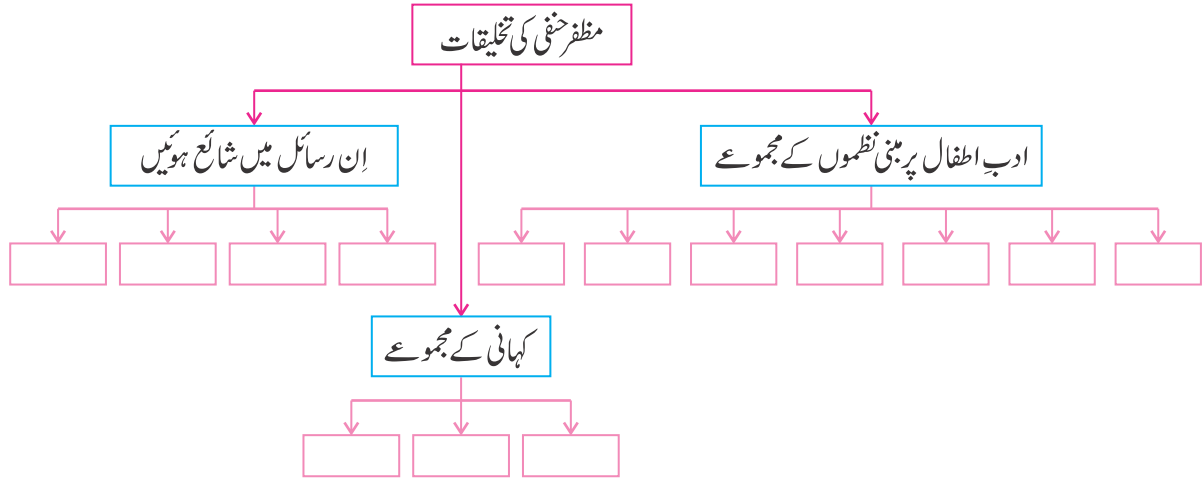
- ملاقاتی : اُردو زبان کے طلبہ و طالبات کو آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے؟
- مظفر حنفی : کامیابی کے لیے محنت، خوب محنت کی ضرورت ہے، اور کوئی شارٹ کٹ تلاش کرنا بے کار ہے۔ ہر ناکامی عارضی ہوتی ہے اور زیادہ کوشش کرنے کی نصیحت کرتی ہے۔ اللہ بڑا منصف ہے۔
- ملاقاتی : بچوں کے لیے لکھی گئی اپنی کوئی نمائندہ نظم عنایت فرمائیں۔
- لیجی سینے : مظفر حنفی

دس روپے فی بوتل پانی ہکا بکا رہ گئی نانی
اپنا بچپن یاد کیا تو ارزانی سی تھی ارزانی
بارہ آنے سیر اصلی گھی گیارہ آنے تولہ چاندی
کیلے تھے دو پیسے درجن چاول پانچ آنے پنسیری
بائیسکوپ ٹکٹ ایک آنہ ایک اٹھنی کا پاجامہ
اسکولوں میں فیس نہیں تھی کالج دو روپے ماہانہ
نانا کی تنخواہ جو پوچھی کل پینتالیس روپیا نکلی
پینتالیس ہزار کے لگ بھگ پاتے ہیں او اور امی

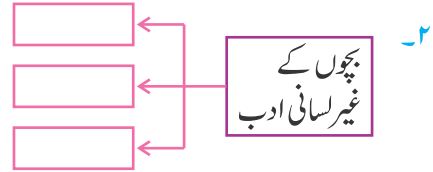
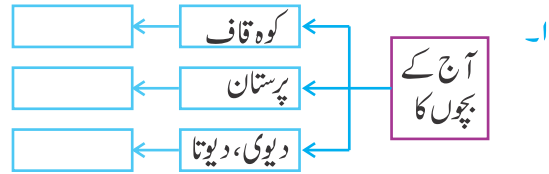
معانی و اشارات

عسرت	- غربت، افلاس	جانفشانی	- سخت محنت
نفر	- شخص	مشحکم	- مضبوط
پاڑ بیلنا	- مشکلات کا سامنا کرنا	کفالت	- پرورش کی ذمہ داری
یاد اللہ ہونا	- تعلق ہونا	چولا بدلنا	- بھیس بدلنا
سرزنش کرنا	- برا بھلا کہنا، سختی سے ڈانٹنا	وافر	- بہت زیادہ مقدار میں
خامہ	- قلم	نرسری رائنمر	- کم عمر بچوں کے لیے گیت

* 'جان پہچان' کا مطالعہ کر کے ذیل کا شجری خاکہ مکمل کیجیے۔



* سبق پڑھ کر ذیل کے رواں خاکے مکمل کیجیے۔



* ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱۔ اُس امتحان کا نام لکھیے جس میں مظفر حنفی نے ممتاز طلبہ میں تیسرا مقام حاصل کیا۔
- ۲۔ اس مقام کا نام لکھیے جہاں مظفر حنفی نے پرائمری اور مڈل اسکول کی تعلیم مکمل کی۔
- ۳۔ اس مقام کا نام لکھیے جہاں سے مظفر حنفی نے تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔

ذیل کے بیانات سے صحیح متبادل کو الگ کر کے لکھیے۔

- ۱۔ مظفر حنفی کے ملازمت سے استعفیٰ دینے کی وجہ ...
 - (i) تقرر جنگلی اور دلدلی علاقے میں ہوا تھا۔
 - (ii) تنخواہ بہت کم تھی۔
 - (iii) افسروں کے سلوک کے خلاف احتجاج تھا۔

۲۔ مظفر حنفی کے مطابق آج کل کے بچے صرف ...

- (i) روبوٹ اور کمپیوٹر کی کہانیوں میں دلچسپی نہیں رکھتے۔
- (ii) کالم اور کارٹونی کہانیوں میں دلچسپی نہیں رکھتے۔
- (iii) کوہ قاف اور طلسماتی کہانیوں میں دلچسپی نہیں رکھتے۔

* ذیل کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

- ۱۔ ادب اطفال کے ادیبوں کو مظفر حنفی نے جو نصیحتیں کی ہیں، ان میں سے کسی دو کو بیان کیجیے۔
- ۲۔ اس سبق میں آئے ہوئے بچوں کے ادیبوں میں سے کسی ایک کا نام اور ان کی کسی تصنیف کا نام لکھیے۔
- ۳۔ بچوں کا ادب شائع کرنے والے دور سالوں اور ان کے مدیروں کے نام لکھیے۔
- ۴۔ ٹیلی ویژن اور موبائل ادب کے لیے چیلنج ہیں، اس بیان پر اپنی رائے دیجیے۔
- ۵۔ مظفر حنفی کی نظم کے مرکزی خیال کو واضح کیجیے۔

* سبق میں استعمال کیے ہوئے دو محاوروں کو اپنے جملوں میں

اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

* مظفر حنفی کی زندگی کے ابتدائی حالات اپنے لفظوں میں لکھیے۔

* بچوں کے ادب کی خصوصیات سبق کی روشنی میں لکھیے۔

* ٹیلی ویژن اور موبائل تعلیم کے لیے مفید ہیں یا مضر؟ اپنی رائے تحریر کیجیے۔

* غیر لسانی ادب کے منفی اثرات لکھیے۔

* سبق میں آئے ہوئے انگریزی الفاظ کی فہرست بنائیے۔

* ”والد مرحوم نے طلسم ہوش ربا پڑھتے ہوئے مجھے پکڑ لیا۔
خاصی سرزنش کی۔“ وجہ لکھیے۔

* ”بچوں کے لیے لکھتے وقت مصنف کو خود بچہ بن جانا چاہیے۔“ اس جملے کی وضاحت کیجیے۔

* صحیح متبادل کا انتخاب کر کے جملہ مکمل کیجیے۔

۱۔ میرا بچپن، لڑکپن اور جوانی سبھی غربت و افلاس اور.....

بے انصافیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزرے ہیں۔

(خاندانی ، سماجی ، معاشرتی)

۲۔ میرا پرائمری اور مڈل اسکول کا زمانہ انتہائی.....

میں بسر ہوا۔ (عسرت ، غلت ، حسرت)

۳۔ کے زمانے میں مڈل اسکول کے امتحان میں

بورڈ کے ممتاز طلبہ کی فہرست میں میرا نام تھا۔

(افلاک ، افلاس ، اخلاص)

۴۔ قلیل تنخواہ میں والدین اور بہنوں کی..... کے ساتھ

بیوی بچوں کی..... کے لیے خاصے پاپڑ بنینے پڑے۔

(کفالت ، سہولت ، پرورش ، ورزش)

* فقرے کے لیے ایک لفظ لکھیے، مثلاً

ادب لکھنے والا

۱۔ ترتیب دینے والا

۲۔ تصنیف کرنے والا

۳۔ تحریر کرنے والا

۴۔ ترجمہ کرنے والا

* لاحقہ ’ساز‘ اور سابقہ ’نا‘ لگا کر چار چار مرکب الفاظ بنائیے۔

* مثال کے مطابق واحد کی جمع اور جمع کی واحد لکھیے۔

مثال: صنف : اصناف

۱۔ سلف :

۲۔ اطفال :

۳۔ افکار :

انٹرویو/ مکالمہ

* آپ کے شہر میں منعقدہ ’اردو کتاب میلہ‘ میں بچوں کی کتاب (ادب اطفال) کے اسٹال پر دکاندار اور طالب علم کے درمیان ہونے والے مکالمے کو تحریر کیجیے۔

* یوم مطالعہ کے موقع پر اسکولی تقریب کے مہمان خصوصی ادیب الاطفال سے ’اردو زبان، کتابوں اور مطالعے سے متعلق انٹرویو لیجیے۔‘

تحریری سرگرمی

* نکات کی مدد سے ’میری پسندیدہ کتاب‘ پر مضمون لکھیے۔

کتاب کا نام - مصنف کا نام - موضوع - پسندیدگی کی وجہ

سرگرمی / منصوبہ

۱۔ غالب کی مشہور نظم ’قادر نامہ‘ حاصل کر کے پڑھیے۔

۲۔ بچوں کے چند رسالوں کے بارے میں لکھیے۔

۳۔ علامہ اقبال کی بچوں کے لیے لکھی گئی نظموں کو تلاش کر

کے پڑھیے اور اپنی پسندیدہ نظم لکھ کر تبصرہ کیجیے۔

حب الوطنی کی بنیاد پر مضبوط ملک کی تعمیر

ڈی ڈی، صدر جمہوریہ اور تمام قائدین کو مل کر حب الوطنی کی بنیاد پر ملک کی تعمیر ہوتی ہے۔ صدر جمہوریہ نے آج نیاں بھارت دکھائی ہیں۔ قائدین نے آج نیاں بھارت دکھائی ہیں۔ قائدین نے آج نیاں بھارت دکھائی ہیں۔



ممبران میں شامل ہیں: قائدین، سرکار، اور دیگر اہل کار۔

ممبران میں فضائی آلودگی سے بیماریوں میں اضافہ

محکمہ صحت کے افسران نے بتایا کہ فضائی آلودگی کی وجہ سے بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔



آلودگی کی وجہ سے بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

شہر کی خواتین کے لئے میونسپل کمشنر کا منفرد آغاز

تھانہ میونسپل کارپوریشن کی ہنگامہ ساز سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ایک نیا آغاز کیا گیا ہے۔



خواتین کو بہتر سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ایک نیا آغاز کیا گیا ہے۔

شہر کی خواتین کے لئے میونسپل کمشنر کا منفرد آغاز

تھانہ میونسپل کارپوریشن کی ہنگامہ ساز سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ایک نیا آغاز کیا گیا ہے۔



خواتین کو بہتر سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ایک نیا آغاز کیا گیا ہے۔

عملی قواعد

فقرہ

اس سبق میں آپ نے ایک نظم بھی پڑھی ہے۔ اس نظم میں آنے والے چند الفاظ یہ ہیں:

- دس، پانی، بچپن، تو، ارزانی، آنے
- اصلی، سی، تولہ، کیلے، چاول
- ٹکٹ، پاجامہ، کا، فیس، نانا، جو، کل
- ٹکلی، ہزار، ہیں، کے، اور، امی

اگر ان لفظوں کو ہم پڑھیں تو چند لفظوں کے معنی ہم اچھی طرح جانتے ہیں (دس، پانی، بچپن، نانا، امی وغیرہ) اور چند الفاظ (تو، سی، کا، جو، کے وغیرہ) بے معنی معلوم ہوتے ہیں۔ پہلے تو سین میں دیے گئے الفاظ ہیں اور دوسرے تو سین میں دیے گئے حروف ہیں۔ زبان الفاظ کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اگر دی گئی مثال کی طرح الفاظ بے ترتیب رہیں تو لفظوں کے معنی تو ہم جان لیں گے لیکن اس مجموعے سے کوئی معنی ہماری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ البتہ ان میں سے چند الفاظ اگر ایک خاص ترتیب میں آئیں تو ان کے کچھ معنی سمجھ میں آ سکتے ہیں جیسے

- دس روپے کے چاول
- اصلی ٹکٹ
- امی کے نانا وغیرہ

لفظوں کے ان مجموعوں میں پورے معنی واضح نہیں ہوتے۔ لفظوں کے ایسے مجموعے جن میں الفاظ ایک خاص ترتیب میں آئیں لیکن ان سے پوری بات سمجھ میں نہ آئے تو انھیں 'فقرہ' کہتے ہیں۔

اوپر کی مثالوں میں آنے والے فقروں سے چونکہ پوری بات سمجھ میں نہیں آتی اس لیے انھیں 'فقرہ ناقص' کہا جاتا ہے۔

ذیل میں دیے گئے فقروں کو غور سے پڑھیے۔

- آپ کی دعا سے / خدا حافظ / زمانہ خراب ہے / بس زبان چلتی ہے
- چلیے، بات ختم / خدا نہ کرے / ہائے اللہ وغیرہ

ان میں کچھ فقرے نامکمل اور کچھ فقرے مکمل جملے ہیں۔ فقروں کی دوسری قسم کا استعمال ہم اپنی زبان میں ہمیشہ کرتے رہتے ہیں اس لیے انھیں روزمرہ کہا جاتا ہے۔

* پڑھے گئے اسباق سے روزمرہ کی دس مثالیں تلاش کیجیے۔



گزشتہ جماعتوں میں آپ محاورے کے تعلق سے پڑھ چکے ہیں جو فقرے کی تیسری قسم ہے۔ ذیل میں محاوروں کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ ان پر غور کیجیے:

چار چاند لگانا، ٹس سے مس نہ ہونا، ہوا سے باتیں کرنا،
ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دینا، قسم کھانا، باتیں بنانا، رونا رونا وغیرہ۔

آپ جانتے ہیں کہ محاورہ کیا ہوتا ہے۔ آپ محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال بھی کرتے ہیں۔ اوپر کی مثالوں میں دیکھیے کہ تمام محاورے افعال کی صورت میں یعنی لگانا، ہونا، کرنا، دینا، کھانا، بنانا، رونا جیسے لفظوں پر ختم ہوتے ہیں۔ یہ محاورے کی پہچان ہے کہ ہمیشہ کسی فعل کی مصدری

حالت میں ختم ہوتا ہے۔ ان کے معنی لفظوں کے عام معنی سے الگ ہوتے ہیں جیسے اوپر کی مثال میں پہلا محاورہ دیکھیے۔ اس میں تین الفاظ چار، چاند، لگانا شامل ہیں۔ چار ایک عدد ہے، چاند بھی آپ نے دیکھا ہے اور لگانا فعل کے معنی سے آپ واقف ہیں لیکن یہ الفاظ جب محاورہ بناتے ہیں تو اب ان کے مجموعی معنی ہوتے ہیں: عزت بڑھانا۔ محاورہ فقرے کی تیسری قسم ہے۔

✱ مثال میں دیے گئے محاوروں کے معنی لغت سے معلوم کر کے انھیں اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔



کہاوت یا ضرب المثل کے بارے میں بھی آپ گزشتہ جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں۔ یہ فقرے کی چوتھی قسم ہے۔ چند مثالیں:

اٹکا

کہاوت کا استعمال بات میں زور پیدا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے لیکن اس کے استعمال میں اس سے پہلے ایک ایسا خیال بیان کرنا ضروری ہے جس کی مثال میں کہاوت کہی جاسکے۔

✱ ذیل کے بیانات کو پڑھ کر ان کی مثال میں بولی جانے والی کہاوت اوپر کی مثالوں سے چن کر لکھیے۔

۱۔ ایک بچہ پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی تعلیم پوری کرنے کے لیے ہر مشکل کا سامنا کیا اور ایک دن وہ ایک کامیاب ڈاکٹر بن ہی گیا۔

۲۔ میں یہ کام تو کر سکتا ہوں مگر اس کام کو پورا کرنے کے لیے آپ جو اوزار مجھے دے رہے ہیں، وہ پرانے اور ٹوٹے ہوئے ہیں۔ نئے اوزار ہمارے گاؤں میں نہیں ملتے اس کے لیے تو ممبئی جانا پڑے گا۔ آپ اوزار لے آئیے ورنہ مشکل ہے۔

✱ اپنے استاد کی مدد سے کسی لغت سے کہاوتیں تلاش کیجیے جس سے ذیل کے معنی نکلتے ہیں:

- ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں پڑ جانا۔
- ہر آدمی کی اپنی صلاحیت دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔
- ایک مقصد حاصل کرنا ہے مگر اس کے لیے ابھی بہت وقت درکار ہے۔

اضافی معلومات

طلسم ہوشربا

آپ نے اللہ دین اور اس کے جن کی کہانیاں پڑھی ہوں گی۔ سندباد جہازی کے سفر کی کہانیاں بھی آپ نے پڑھ رکھی ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کہانیاں عربی کی مشہور داستان 'الف لیلہ' سے لی گئی ہیں۔ دنیا کی تقریباً ہر اہم زبان میں اس داستان کے ترجمے ہوئے ہیں۔ اس کی کہانیوں پر فلمیں اور ٹی وی سیریل بھی بنے ہیں۔ ایسی ہی ایک داستان 'طلسم ہوشربا' ہے۔ یہ داستان بہت طویل یعنی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہے۔ اس کی تالیف منشی محمد حسین جاہ نامی داستان گو نے ۱۸۸۰ء میں کی اور اگلے گیارہ برسوں یعنی ۱۸۹۱ء تک اس کی چار جلدیں لکھیں۔ ان کے بعد ۱۸۹۷ء میں ایک اور داستان گو احمد حسین قمر نے اس میں مزید دو جلدوں کا اضافہ کیا۔ یہ داستان اُردو ادب کی مشہور ترین داستان اور قصہ گوئی کا ایک نادر نمونہ ہے۔ 'طلسم ہوشربا' جادوئی قصوں اور کرداروں کے حیرت انگیز کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے اہم کرداروں میں امیر حمزہ، عمرو عتیار، افراسیاب، ملکہ حیرت جادو وغیرہ شامل ہیں جن کے جادوئی کرشمے پڑھنے والوں کو دنگ کر دیتے ہیں۔ اس داستان میں زبان کی چاشنی، معلومات کی رنگارنگی، ادب کی تقریباً تمام اہم اصناف کی مثالیں اور واقعات کی حیرت آفرینی کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔

۸۔ جلتے پروں سے اُڑان



ساجد رشید

پہلی بات : ہمارے اطراف پائے جانے والے طبعی اور حیاتیاتی حالات کو ماحول کہتے ہیں۔ تمام جاندار اور بے جان اشیاء ماحول میں شامل ہیں۔ ماحول میں توازن کے قائم رہنے کے لیے ہر جز کا مخصوص تناسب میں پایا جانا ضروری ہے۔ ماحول کے توازن میں معمولی بگاڑ بھی تمام مخلوقات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ انسان کے مختلف اعمال و افعال ماحول میں خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ بڑھتی آبادی، جنگلات کی کٹائی، عمارتوں کی تعمیر، صنعتوں کی ترقی، ایٹمی بھٹیاں اور ٹی وی اور موبائل ٹاور سے خارج ہونے والی لہروں وغیرہ سے نباتات، حیوانات و جمادات پر مضر اثرات پڑتے ہیں۔

جان پہچان : ساجد رشید ۱۱ مارچ ۱۹۵۵ء کو بلرام پور (یوپی) کے ایک گاؤں سگڈیہوا میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار ۱۹۷۰ء کے بعد اُبھرنے والے معروف افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ افسانے میں مقصدیت اور نظریے دونوں کے قائل تھے۔ ان کے افسانے سیاسی اور سماجی شعور سے بھرے نظر آتے ہیں۔ ریت گھڑی، نخلستان میں کھلنے والی کھڑکی، ایک چھوٹا سا جہنم اور ایک مردہ سر کی حکایت ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ انھیں ساہتیہ اکیڈمی کے انعام برائے ترجمہ اور ’کتھا ایوارڈ‘ سے نوازا گیا تھا۔ ساجد رشید ایک بے باک اور اصول پسند صحافی تھے۔ ان کے مضامین ’زندگی نامہ‘ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ انھوں نے ’نیا ورق‘ نام کا ایک ادبی رسالہ بھی جاری کیا۔ ۱۱ جولائی ۲۰۱۱ء کو ممبئی میں اُن کا انتقال ہوا۔

ریشم جیسے ملائم اور دھنک جیسے رنگین پروں سے سر نکال کر پرندے نے جب اپنے بازوؤں کو پھٹپھٹایا تو ان پر ٹھہرے اوس کے ننھے قطرے مشرق کی بھوری پہاڑیوں سے جھانکتے سورج کی کرنوں سے دمک اُٹھے، جیسے پگھلے سونے کا نوارہ پھوٹ پڑا ہو۔ اس نے اپنی سرخ چونچ کھول کر فرحت بخش ہوا سینے میں بھری اور بڑی تازگی محسوس کی۔ پھر سر جھٹک کر آس پاس دیکھا۔ سب کچھ وہی تھا اور کتنا دلکش!

سورج کی نارنجی کرنوں سے متمتاتی بھوری پہاڑیاں، پہاڑیوں کے پیروں کو دھوتی گہرے نیلے پانیوں والی ندی، دوسری جانب ندی میں گرتا دودھ جیسا جھرنا، کنارے پر بکھرا مخمل سا سبزہ اور ان پر جھلملاتی اوس کی بوندیں، خود رو پودوں پر منڈلاتی خوش رنگ تتلیاں، چھوٹے چھوٹے پتنگے، دائیں طرف تازہ سبز پتوں سے ڈھکا گھنا جنگل، پیڑوں کی لچکدار مضبوط شاخوں پر پھدکتی چڑیاں اور ان کی چہکار، سرمئی نم مٹی پر ریگتی چیونٹیاں، معصوم آنکھوں والے ہرنوں کا جھنڈ..... سب کچھ وہی تھا اور کتنا دلکش!

چڑیوں کی چہکار، جھرنے کی جھر جھر، ہوا کے بہاؤ پر بہتی ندی کی کلکلاہٹ، سوکھے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ، ندی کے کنارے صبح کی پہلی دھوپ سینکتے مینڈکوں کی ٹڑٹڑاہٹ، پیڑوں کے تنوں پر چڑھتی اُترتی گلہریوں کی چپکچاہٹ، سفید جھینگروں کی سیٹیاں اور ہم آغوش ہوتی پچیلی شاخوں کی سرسراہٹ۔ ان آوازوں کی نغمگی سے سارا عالم گونج رہا تھا..... سب کچھ وہی تھا اور کتنا دلکش!

پرندے نے سینہ پھلا کر آسمان کو دیکھا: بے داغ آسمان آج بھی اتنا ہی نیلا اور چمکدار تھا جتنا کل تھا۔ اس نے تنکوں سے بنے اپنے خوب صورت گھونسلے پر الوداعی نظر ڈالی اور دانے دُنکے کی تلاش میں پر پھر پھڑپھڑاتا اُڑ گیا۔ اُڑا اُڑتا گیا: اوپر..... اوپر..... بہت

ٹھیک پرندے کے سر پر آ کر سورج نے اسے معمول کے مطابق ایک سبزہ زار میں اترنے پر مجبور کر دیا۔ دور تک سبزہ تھا اور اس قدر دانے کھرے پڑے تھے کہ پرندے کو ہمیشہ کی طرح آج بھی سوچنا پڑا..... ”کہاں سے شروع کیا جائے؟“

دانا چلتے چلتے وہ سیر ہو گیا۔ اب اس نے دیکھا کہ اس کا سایہ قدموں تلے نہیں ہے بلکہ کچھ لمبا ہو گیا ہے۔ اس نے مٹی میں چونچ رگڑ کر قریب کی ندی سے ٹھنڈا پانی پیا اور پھر ایک بار ہوا کو چیرتا فضا میں اڑتا چلا گیا۔ دانوں سے بھاری پیٹ کو ہلکا کرنے کے لیے یہ اس کا معمول تھا۔ اسے ہر اڑان پر یوں محسوس ہوتا جیسے وہ بس ابھی چمکتے نیلے آسمان کو چوم لے گا۔ آسمان کو چومنے کی یہ خواہش اسے اوپر ہی اوپر لیے چلی جاتی۔ آسمان ابھی بہت دور تھا اور پروں میں تھکن ریگننے لگی تھی۔ اس نے آسمان کو چھونے کا فیصلہ ہمیشہ کی طرح کل پر ٹالا اور نیچے اترنے لگا۔

پرندے نے جب سر کو خم کر کے نیچے پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھنا چاہا تو اچانک اس کی پرواز تھم گئی۔ اس کا ننھا سادل دھک سے رہ گیا۔ نیچے سارے میں سیاہی مائل دھند پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی دھند کہ پیڑ پودے، ندی نالے، پہاڑ، جھرنے اور میدان جانے کہاں کھو گئے تھے۔ کیا یہ سویرے کی دھند ہے؟ لیکن سویرا ابھی کیسے چلا آیا؟ اور پھر سویرے کی دھند تو بڑی خوش گوار ہوتی ہے۔ وہ ایسی کثیف اور مٹ میلی تو نہیں ہوتی اور پھر اس میں خنکی بھی تو ہوتی ہے..... تو پھر یہ کیا ہے؟..... دھواں اس کی آنکھوں میں جلن پیدا کرنے لگا تھا۔ پروں پر اپنے چھوٹے سے جسم کا توازن برقرار رکھتے ہوئے جب وہ دھوئیں کے کثیف بادل میں اُترا تو اس کے سینے میں چنگاریاں اُتر گئیں۔ پھیپھڑوں میں دھواں پتھر ہو گیا اور حلق میں چیونٹیاں کاٹنے لگیں۔ سینے میں اُمنڈتے دھوئیں کی اذیت اور اُکھڑتی سانس سے گھبرا کر اس نے بے اختیار چونچ کھول دی۔ مگر تکلیف سے نجات تو کیا ملتی، سینے کی جلن اور بڑھ گئی۔ بالآخر وہ دھوئیں کی کثیف چادر کو چیر کر نیچے کھلے میں چلا آیا، یہاں گھٹن کچھ کم تھی۔

پرندہ تھک کر چور ہو چکا تھا۔ سینے میں درد ریت کے ذرے کی طرح چھ رہا تھا۔ بازو ایسے شل ہو رہے تھے جیسے انھیں جاڑا مار گیا ہو۔ وہ اب کسی پیڑ کی شاخ پر بیٹھ کر سستانا چاہتا تھا۔ اس نے تھکن سے بوجھل آنکھوں سے نیچے دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اس کے وجود میں ننھا سادل جیسے اپنی دھڑکن بھول گیا۔ اسے ایک لمحے کے لیے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ اس نے بازوؤں کو جلدی جلدی حرکت دی اور کچھ اور نیچے اُتر آیا۔ مگر منظر نہیں بدلا، کچھ اور واضح ہو گیا۔ ”یہ سب کیا ہے؟“ اس نے سوچا اور سوچ کر تڑپ اُٹھا۔ آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا، وہ پرندے کے لیے حیرت انگیز تھا۔ سورج کے ڈھیر ہونے تک سارا عالم کیسے بدل گیا؟ کہاں ہیں وہ پیڑ، پودے، سبزہ زار؟ کہاں ہیں وہ ندیاں، نالے، جھرنے؟ کہاں ہیں وہ ہرن، وہ چیونٹیاں، وہ مینڈک؟ آخر یہ سب کہاں گئے؟

جنگلوں، پہاڑوں اور ندیوں کی جگہ اب آسمان سے سر ٹکراتی، سیسہ پلائی عمارتیں کھڑی تھیں۔ سیکڑوں ایکڑ میں پھیلی اسلحہ ساز فیکٹریاں تھیں۔ بڑے بڑے راڈار تھے۔ دیوپیکر ایٹمی تجربہ گاہیں تھیں۔ سینہ تانے ٹی وی ٹاور کھڑے تھے۔ بڑی بڑی دوربینیں تھیں۔ برقی تاروں کا ایک جال تھا اور ایک کنارے پر ترتیب سے بنی ایٹمی بھٹیاں تھیں جن کی کشادہ چمنیاں دھواں اور زہرا گل رہی تھیں۔

اسلحہ ساز فیکٹریوں اور ایٹمی بھٹیوں سے گاڑھا کالا دھواں ہاتھیوں کی طرح جھومتا ہوا نکلتا اور فضا میں چادر کی طرح تن جاتا۔ کل کا نیلا شفاف آسمان اب یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے اس پر کالی کالی گرد جم گئی ہو۔ آسمان پر ریگتی اس سیاہی سے خوفزدہ ہو کر پرندہ اپنے گھونسلے میں اترنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ سورج بجھنے کے بعد اپنے گھونسلے کو لوٹا ہو۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اندھیرے میں گھر کر رہ گیا تھا۔

تھکن سے ٹوٹتے ہوئے پنکھوں سے پرندہ کچھ اور نیچے آیا تو فضا میں دوڑتے مواصلاتی پیغامات اس کے پروں سے اُلجھ اُلجھ کر پرواز میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگے۔ تھکن اس کے بازوؤں میں سونیوں کی طرح چبھ رہی تھی اور اس کو اپنا وجود ناقابل برداشت بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس نے پھولتی سانسوں کے درمیان سر کو خم کر کے اندھیرے میں ڈوبتے لوہے، سیمنٹ اور کنکریٹ کے پہاڑوں کو دیکھا۔ کوئی پیڑ، کوئی شاخ، کوئی سبز پتا؟ کہیں کچھ بھی نہیں! اُف، یہ میں کس جہان میں آ پھنسا! کیا میری پرواز اتنی اونچی تھی کہ میں اپنی حدود سے باہر نکل آیا؟ مجھے لوٹنا ہوگا۔ مگر بازوؤں سے اُٹھتی ٹیس اس کے ارادے پر بجلی بن کر گری۔

اب تو بس چند ہی لمحوں کی پرواز کی سکت ہے مجھ میں، اس کے بعد تو مجھے کہیں اُترنا ہی ہوگا۔
مگر کہاں؟

اس نے نیچے دیکھا۔ ہر طرف وہی بدلا ہوا منظر۔
ٹی وی ٹاور تھا جو غیر مرئی مناظر کو منتشر کر رہا تھا ... یہاں بھی نہیں!
بڑے بڑے نیون سائن بورڈ ٹنگے ہوئے تھے ... یہاں بھی نہیں!
سیمنٹ کنکریٹ کے اسکاٹی اسکرپر منہ چڑا رہے تھے ... یہاں بھی نہیں!
اسلحہ ساز فیکٹریوں کی چمنیاں دھواں اُگل رہی تھیں ... یہاں بھی نہیں!
کائنات کے سارے اسرار سے واقف دیو پیکر دور بینیں تھیں ... یہاں بھی نہیں!
آگ اور زہر اُگلتی بڑی بڑی ایٹمی بھٹیاں تھیں ... نہیں، یہاں بھی نہیں!
تب کہاں؟ سوچ کر وہ لرز گیا۔

کیا میں واپس لوٹ سکوں گا، اُنندیوں، پہاڑوں اور جنگلوں کو جہاں سے میں اُڑا تھا؟ کیا اب میں اپنے نرم نرم گھونسلے میں اُتر سکوں گا؟

کیا اب کبھی نیلے آسمان کی وسعت میں تیرتے ہوئے میں نظروں کی آخری سرحد تک پھیلے گھاس کے میدان کا نظارہ کر سکوں گا؟

میری پیاس بجھانے کو کیا وہ ٹھنڈا پانی مل سکے گا؟
گھنے درختوں کی چھایا میں سستاتے کسی ہرن کی پیٹھ پر بیٹھ کر کیا میں اس کی گردن کو گدگداسکوں گا؟
کیا نم مٹی میں اپنے پنچوں کے نشان دیکھ سکوں گا؟

سوالات نے خوف میں ڈھل کر پرندے کو بدحواس کر دیا۔ کسی بیڑ کی زندہ شاخ کو پانے کے لیے اس نے زناٹے سے ایک غوطہ لگایا اور ایک دیوپیکر عمارت کی کھڑکی کے مضبوط شیشے سے جا ٹکرایا۔ پھر تو وہ کسی ڈوبتے جہاز کی طرح گاڑھے کالے دھویں میں گھری عمارتوں کی نہ جانے کتنی کھڑکیوں سے سر ٹکراتا پھرا مگر اسے واپسی کا راستہ نہ ملا۔ اب اس کے حواس جواب دے چکے تھے۔ وہ تھکن اور خوف سے کانپتے جسم کو سنبھال نہ سکا اور ایک ایٹمی بھٹی کے عین منہ پر اپنا توازن کھو بیٹھا۔ زہر نے پھیپھڑوں میں کانٹے بوئے اور شعلوں نے اس کے پروں کو چاٹ لیا اور گرد آلود تاریک آسمان پر دور تک ایک روشن لکیر پھیلتی چلی گئی۔ جب آگ پروں کو جلاتی اس کے دل تک پہنچی تب پرندے نے تڑپ کر نیچے اُگے لوہے، آگ اور دھویں کے جنگل پر آخری نگاہ ڈال کر سوچا، ”کیا یہ میری آخری پرواز ہے؟ کیا اس سفاک ٹھوس زمین میں سے کوئی بیج اپنی ننھی سبز بانہوں سے سیمنٹ کنکریٹ کے پہاڑوں کو چیر کر تناور درخت بننے کے لیے سر نہیں نکالے گا.....؟“

وہ سارے ماہرینِ فلکیات جن کی آنکھیں بڑی بڑی دوربینوں میں گڑی رہتی ہیں اور جو کائنات میں نمودار ہونے والے ایک ایک ستارے کی خبر رکھتے ہیں، وہ عین اپنے سر پر ایک پرندے کے وجود کے خاک ہو کر فضا میں بکھرنے کے حادثے سے لاعلم ہی رہے۔

معانی و اشارات

خود رُو	- بذاتِ خود اُگنے والا	جاڑا مارنا	- سردی ہو جانا
کثیف	- گاڑھا، دبیز	نیون سائن بورڈ	- رنگین روشنی کے بورڈ
شل ہونا	- سُن ہو جانا	اسکائی اسکرپٹر	- فلک بوس عمارت

مشقی سرگرمیاں

* جملوں کو بغور پڑھ کر ان واقعات کے پیش آنے کا وقت لکھیے۔

۱۔ پرندے نے جب اپنے بازوؤں کو پھٹھنایا تو ان پر ٹھہرے اوس کے ننھے قطرے مشرق کی بھوری پہاڑیوں سے جھانکتے سورج کی کرنوں سے دمک اُٹھے۔

۲۔ ٹھیک پرندے کے سر پر آ کر سورج نے اسے معمول کے مطابق ایک سبزہ زار میں اُترنے پر مجبور کر دیا۔

۳۔ اب اس نے دیکھا کہ اس کا سایہ قدموں تلے نہیں بلکہ کچھ لمبا ہو گیا ہے۔

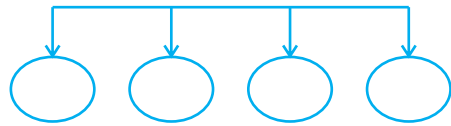
۴۔ نیچے سارے میں سیاہی مائل دھند پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی دھند کہ پیڑ پودے، ندی نالے، پہاڑ جھرنے اور میدان جانے کہاں کھو گئے تھے۔

۵۔ آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا وہ پرندے کے لیے حیرت انگیز تھا۔ سورج کے ڈھیر ہونے تک سارا عالم کیسے بدل گیا۔

سبق پڑھ کر ہدایت کے مطابق سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

* شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

ساجد رشید کے افسانوی مجموعوں کے نام



* مثال کے مطابق خالی چوکوں میں مناسب آوازیں لکھیے۔

مثال: چڑیوں کی - چچھاہٹ

ندی کی	-	
پتوں کی	-	
مینڈک کی	-	
گلہریوں کی	-	
جھینگروں کی	-	
شاخوں کی	-	

۶۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ سورج بجھنے کے بعد اپنے گھونسلے کو لوٹا ہو۔

* پہلی جوڑی کا تعلق پہچان کر دوسری جوڑی مکمل کیجیے۔

۱۔ سرخ : چونچ :: نیلا :

۲۔ سرمئی : مٹی :: سفید :

۳۔ نارنجی : کرنیں :: سیاہی مائل :

* قوسین میں دیے ہوئے الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ اس نے تنکوں سے بنے اپنے خوب صورت گھونسلے پر نظر ڈالی۔
(الوداعی / آخری / طائرانہ)

۲۔ جب وہ دھویں کے بادل میں اُترا تو

اس کے سینے میں چنگاریاں اُتر گئیں۔

(گھنے / کثیف / سیاہ)

۳۔ وہ اب کسی پیڑ کی شاخ پر بیٹھ کر چاہتا تھا۔

(چچھانا / سونا / سستانا)

۴۔ تھکن اس کے بازوؤں میں کی طرح

چھ رہی تھی اور اس کو اپنا وجود ناقابلِ برداشت بوجھ

محسوس ہونے لگا۔ (سوئی / کانٹے / ریت)

۵۔ سوالات نے میں ڈھل کر پرندے کو

بدحواس کر دیا۔ (ہراس / ڈر / خوف)

* دیے ہوئے پیرا گراف (اقتباس) کا خلاصہ لکھیے۔

پرندے نے جب سرخوم کر کے نیچے پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھنا چاہا تو

اچانک اس کی پرواز ختم گئی۔ بالآخر وہ

دھویں کی کثیف چادر کو چیر کر نیچے کھلے میں چلا آیا۔ یہاں گھٹن

کچھ کم تھی۔

* سبق کی روشنی میں پرندے کی صبح کی اولین اُڑان کی منظر کشی

اپنے الفاظ میں کیجیے۔

* پرندے کے ذہن میں آنے والے سوالات کی وضاحت کیجیے۔

* آخری پرواز کے وقت پرندے کے ذہن میں آنے والے

اندیشوں کو بیان کیجیے۔

* زمین کے بدلتے منظر کو پرندے کے الفاظ میں لکھیے۔

* دیے ہوئے نکات کی مدد سے 'پرندے کی سرگزشت' لکھیے۔

سخت موسم پانی کی تلاش درختوں کی کمی اونچی اونچی

بلڈنگیں بجلی کے تار موبائل ٹاورس صنعتوں کی چمنیاں

..... آلودہ فضا دوپہر سے شام تھک کر چور ہونا اونچی

بلڈنگ کی ٹیرس پر گرنا بچے کا اُٹھانا پرندے کا پیغام

* دیے ہوئے موضوع سے متعلق اتفاق رائے یا اختلاف

رائے لکھیے۔

ہم آلودگی کے ذمہ دار ہیں

سرگرمی / منصوبہ

۱۔ علم فلکیات سے متعلق معلومات جمع کیجیے۔

۲۔ انٹرنیٹ سے دور بین کی تصویریں اور معلومات جمع کیجیے۔

عملی قواعد

مخلوط جملہ

ذیل کے جملوں کو پڑھ کر ان کے اجزا پر غور کیجیے۔

- جب وہ دھویں کے کثیف بادلوں میں اُترا / تو اس کے سینے

میں چنگاریاں اُتر گئیں۔

- پرندے نے جب نیچے پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھا / تو اس کی

پرواز ختم گئی۔

- ایک کنارے پر ایٹمی بھٹیاں تھیں / جن کی کشادہ چمنیاں

دھواں اُگل رہی تھیں۔

- یہ پہلا موقع تھا / کہ وہ اندھیرے میں گھر کر رہ گیا تھا۔

ان جملوں میں ترچھے خط لگانے سے جملے دو فقروں میں تقسیم

ہو گئے ہیں۔ پہلے دو جملوں میں لفظ 'جب' والا فقرہ 'تابع فقرہ'

کہلاتا ہے۔ بعد کے فقرے جو 'تو' سے شروع ہوتے ہیں، انھیں

'خاص فقرہ' کہتے ہیں۔

بعد کے دو جملوں میں خاص فقرے پہلے آئے ہیں اور ترچھے

خط کے بعد کے فقرے تابع فقرے ہیں۔

* پڑھے ہوئے اسباق سے مخلوط جملوں کی دو مثالیں تلاش

کر کے لکھیے۔



وزیر آغا

پہلی بات : دسترخوان بچھا کر کھانا کھانے کا طریقہ بہت قدیم ہے اور ہماری تہذیب کا حصہ بھی۔ یہ ایک سماجی عمل ہے۔ اس عمل کا وقت انسان کے لیے اہم ہوتا ہے۔ اس طرح کھانا کھانے میں آپس میں خلوص، انسیت اور قربت پیدا ہوتی ہے۔ ہم ایک دوسرے کی باتیں زیادہ توجہ سے سن سکتے ہیں۔

دسترخوان بچھا کر کھانے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر ایک دو افراد کا اضافہ بھی ہو جائے تو دسترخوان پر جگہ نکل آتی ہے۔ ذیل کے انشائیے میں وزیر آغا نے کھانا کھانے کے عمل اور دسترخوان کو تہذیبی پس منظر میں رکھ کر اپنے منفرد خیالات پیش کیے ہیں۔

جان پہچان : وزیر آغا ۸ مئی ۱۹۲۲ء کو وزیر کوٹ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے 'اُردو میں طنز و مزاح نگاری' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ماہنامہ 'ادبی دنیا' میں معاون مدیر کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے بعد انھوں نے اپنا ادبی رسالہ 'ماہنامہ اوراق' جاری کیا۔ وزیر آغا کا شمار صفِ اول کے ناقدین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے انشائیے اور مضامین لکھے اور شاعری بھی کی۔ 'اُردو میں انشائیے کو ایک صنف کے طور پر قائم کرنے والوں میں ان کا نام سرفہرست ہے۔' خیال پارے، بارہواں کھلاڑی اور چوری سے یاری تک ان کے انشائیوں کے مجموعے ہیں۔ ان کے انشائیوں کا کلیات 'پگڈنڈی' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ 'ادب میں طنز و مزاح، نظم جدید کی کروٹیں، آدھی صدی کے بعد، شام کی منڈیر سے' اور 'انشائیہ کے خد و خال' ان کی تصانیف ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ لوگ فرش پر دسترخوان بچھاتے، آلتی پالتی مار کر بیٹھتے اور ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھانا کھاتے۔ پھر جو زمانہ بدلا تو ان کے نیچے کرسیاں اور سامنے میز بچھ گئی جس پر کھانا چن دیا جاتا۔ پہلے وہ سر جوڑ کر کھاتے تھے، اب سروں کے درمیان فاصلہ نمودار ہوا اور روبرو بیٹھا ہوا شخص مد مقابل نظر آنے لگا۔ مگر زمانہ کبھی ایک حالت میں قیام نہیں کرتا۔ چنانچہ اب کی بار جو اس نے کروٹ بدلی تو سب سے پہلے پلیٹ کو تھیلی پر سجا کر اور سر و قد کھڑے ہو کر طعام سے ہم کلام ہونے کی روایت قائم ہوئی۔ پھر ٹہل ٹہل کر اس پر طبع آزمائی ہونے لگی۔ انسان اور جنگل کی مخلوق میں جو ایک واضح فرق پیدا ہو گیا تھا کہ انسان ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا تھا جبکہ جنگلی مخلوق چراگا ہوں میں چرتی پھرتی تھی اور پرندے دانے دُنکے کی تلاش میں پورے کھیت کو تختہ مشق بناتے تھے، اب باقی نہ رہا اور مدتوں کے پھڑے ہوئے سینہ چاکاں چمن ایک بار پھر اپنے عزیزوں سے آملے۔

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا ہماری تہذیب کا گراف نیچے سے اوپر کی طرف گیا ہے تو میں کہوں گا کہ بے شک ایسا ہرگز نہیں ہوا ہے کیونکہ ہم نے فرش پر چوکڑی مار کر بیٹھنے کی روایت ترک کر کے، کھڑے ہو کر اور پھر چل کر کھانا کھانے کے تیرے کو اپنا لیا ہے جو چرنے اور دانہ دنکا چکنے ہی کا ایک جدید روپ ہے۔ کسی بھی قوم کے اوپر جانے یا نیچے آنے کا منظر دیکھنا مقصود ہو تو یہ نہ دیکھیے کہ اس کے قبضہ قدرت میں کتنے علاقے اور خزانے آئے یا چلے گئے، فقط یہ دیکھیے کہ اس نے طعام اور شرکائے طعام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بچپن کی بات ہے۔ ہمارے گاؤں میں ہر سال کپڑا بیچنے والے پٹھانوں کی ایک ٹولی وارد ہوتی تھی۔ یہ لوگ سارا دن گاؤں گاؤں پھر کر کپڑا بیچنے کے بعد شام کو مسجد کے حجرے میں جمع ہوتے اور پھر وہ زمین پر کپڑا بچھا کر دائرے کے انداز میں بیٹھ جاتے۔ درمیان میں شور بے سے بھری ہوئی پرات بخر اکاہل کا منظر دکھاتی جس میں گوشت کی بوٹیاں ننھے منے جزیروں کی طرح اُبھری ہوئی

دکھائی دیتیں۔ وہ ان بوٹیوں کو احتیاط سے نکال کر ایک جگہ ڈھیر کر دیتے اور شور بے میں روٹیوں کے ٹکڑے بھگو کر ان کا ملیدہ سا بنانے لگتے۔ جب ملیدہ تیار ہو جاتا تو شرکائے طعام پوری دیانت داری کے ساتھ آپس میں بوٹیاں تقسیم کرتے اور پھر اللہ کا پاک نام لے کر کھانے کا آغاز کر دیتے۔ وہ کھانا رُک رُک کر، ٹھہر ٹھہر کر کھاتے مگر بغیر رُکے بے تکان بولتے۔ مجھے ان کے کھانا کھانے کا انداز بہت اچھا لگتا تھا۔ میں انھیں دیکھتا اور خوش ہوتا۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر خوش ہوتے اور برادرانہ محبت میں لتھڑا ہوا ایک آدھ لقمہ میری طرف بھی بڑھا دیتے۔ ان میں سے جب ایک شخص لقمہ مرتب کر لیتا تو پہلے اپنے قریبی ساتھیوں کو پیش کرتا اور ادھر سے ’جزاک اللہ‘ کے الفاظ وصول کرنے کے بعد اپنے منہ میں ڈالتا۔ محبت اور بھائی چارے کا ایک ایسا لازوال منظر آنکھوں کے سامنے اُبھرتا کہ میں حیرت زدہ ہو کر انھیں بس دیکھتا ہی چلا جاتا اور تب میں دسترخوان پر کھانا کھانے کے اس عمل کا اپنے گھر والوں کے طرزِ عمل سے موازنہ کرتا تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی کیونکہ ہمارے گھر میں صبح و شام ہانڈی تقسیم کرنے والی بڑی خالہ کے گرد گرد بچوں کا ایک ہجوم جمع ہو جاتا۔ مجھے یاد ہے، جب بڑی خالہ کھانا تقسیم کر رہی ہوتیں تو ہماری حریص آنکھیں ہانڈی میں ڈوئی کے غوطے لگانے اور پھر وہاں سے برآمد ہو کر ہمارے کسی سنگی ساتھی کی رکابی میں اُترنے کے عمل کو ہمیشہ شک کی نظروں سے دیکھتیں۔ اگر کسی رکابی میں نسبتاً بڑی بوٹی چلی جاتی تو بس قیامت ہی آ جاتی۔ ایسی صورت میں خالہ کی گرجدار آواز کی پروا نہ کرتے ہوئے ہم بڑی بوٹی والے کی تکا بوٹی کرنے پر تیار ہو جاتے اور چھینا جھپٹی کی اس روایت کا ایک ننھا سا منظر دکھاتے جو نئے زمانے کے تحت اب عام ہونے لگی ہے۔

اس زمانے میں کبھی کبھار ایک انگریز افسر بھی والد صاحب سے گھوڑے خریدنے آ جاتا۔ والد صاحب اس کے لیے میزکری لگواتے، انگریزی کھانا تیار کرواتے اور پھر گھنٹوں اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ ہمیں اس سے بہت ڈر لگتا تھا اس لیے ہم اکثر کھڑکی کی جالی کے ساتھ چہرہ لگا کر اسے کھانا کھاتے ہوئے دیکھتے اور حیران ہوتے کہ صاحب بہادر کھانا کھا رہا ہے یا آپریشن کر رہا ہے۔ وہ اپنی پلیٹ میں ایک اُبلّا ہوا آلو لے کر بیٹھ جاتا اور پھر چھریوں اور کانٹوں سے گھنٹوں اس کے پرچے اڑاتا رہتا۔ یوں لگتا جیسے وہ میدانِ جنگ میں کھڑا ہے۔ آلو اس کا دشمن ہے جسے وہ اپنے اسلحے کی مدد سے زیر کرنے میں مصروف ہے۔ وہ جو کھانے کے معاملے میں رواداری، مفاہمت اور لطف اندوزی کا رویہ ہوتا ہے اس انگریز افسر میں مجھے قطعاً نظر نہ آیا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے کی روایت ہمارا عزیز ترین ثقافتی ورثہ تھا۔ اب یہ روایت اول تو کہیں نظر ہی نہیں آتی اور کہیں نظر آ جائے تو مارے شرمندگی کے فی الفور خود میں سمٹ جاتی ہے۔ حالانکہ اس میں شرمندہ ہونے کی قطعاً کوئی بات نہیں۔ بلکہ میں کہوں گا کہ دسترخوان پر بیٹھنا ایک تہذیبی اقدام ہے جب کہ کھڑے ہو کر کھانا ایک نیم وحشی عمل ہے مثلاً یہی دیکھیے کہ جب آپ دسترخوان پر بیٹھتے ہیں تو دائیں بائیں یا سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے آپ کے برادرانہ مراسم فی الفور استوار ہو جاتے ہیں۔ آپ محسوس کرتے ہیں جیسے چند ساعتوں کے لیے آپ دونوں ایک دوسرے کی خوشیوں، غموں اور بوٹیوں میں شریک ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جب آپ کے سامنے بیٹھا ہوا آپ کا کرم فرما دیادی اور مروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی پلیٹ کا شامی کباب آپ کی رکابی میں رکھ دیتا ہے تو جواب آں غزل کے طور پر آپ بھی اپنی پلیٹ سے مرغ کی ٹانگ نکال کر اسے پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد کھانا کھانے کے دوران لین دین کی وہ خوشگوار فضا از خود قائم ہو جاتی ہے جو ہماری ہزاروں برس کی تہذیب کا مظہر ہے۔ ایک لحظہ کے لیے بھی یہ خطرہ محسوس نہیں ہوتا کہ سامنے بیٹھا ہوا شخص آپ کا مد مقابل ہے اور اگر آپ کی ذرا بھی آنکھ جھپکی تو وہ آپ کی پلیٹ پر

ہاتھ صاف کر جائے گا۔ دسترخوان کی یہ خوبی ہے کہ اس پر بیٹھتے ہی اعتماد کی فضا بحال ہو جاتی ہے اور آپ کو اپنا شریکِ طعام حد درجہ شریف دکھائی دینے لگتا ہے۔ دوسری طرف کسی بھی بوفے ضیافت کا تصور کیجیے تو آپ کو نفسا نفسی اور چھینا چھٹی کی فضا کا احساس ہوگا اور ڈارون کا 'جہد لبقا' کا نظریہ بالکل سچا اور برحق نظر آئے گا۔

دسترخوان کی ایک اور خوبی اس کی خود کفالت ہے۔ جب آپ دسترخوان پر بیٹھتے ہیں تو اس یقین کے ساتھ کہ آپ کی جملہ ضروریات کو بے طلب پورا کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ سامنے دسترخوان پر ضرورت کی ہر چیز موجود ہے حتیٰ کہ اچار، چٹنی اور پانی کے علاوہ خلال تک مہیا کر دیے گئے ہیں۔ دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد اگر آپ کسی کو مدد کے لیے بلانے پر مجبور ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو میزبان نے حق میزبانی ادا نہیں کیا یا مہمان نے اپنے منصب کو نہیں پہچانا۔

دسترخوان کی خوبی یہ ہے کہ وہ زمین کے سینے سے چٹا رہتا ہے تاکہ وہ براہ راست زمین سے اس کی پراسرار قوت کشید کر سکے۔ جب آپ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں تو اس کی غذائیت ہزار گنا بڑھ جاتی ہے جب کہ میز کرسی پر یا چل پھر کر کھانا کھائیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کھانے میں وہ برقی روموجود نہیں جو زمین کی شریانوں سے دسترخوان کی قوسوں اور پھر وہاں سے انسان کی رگوں میں بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچتی ہے۔

دسترخوان آپ کو زمین کے لمس ہی سے آشنا نہیں کرتا بلکہ انگلیوں کے لمس سے بھی متعارف کرواتا ہے۔ چھری کانٹے یا چمچے سے کھانا کھانے میں وہ لطف کہاں جو ہاتھ سے کھانے میں ہے۔ اس میں دوہرا لطف ہے؛ ایک تو اس چیز کا لطف جو کھائی جا رہی ہے، دوسرے انگلیوں کا لمس۔

دسترخوان ہی پر آپ کو پہلی بار اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ہر کھانے والے کی زبان، تالو، دانت اور ہونٹ کھانے کے دوران مل جل کر ایک ایسی مخصوص آواز نکالتے ہیں جو نہ صرف دوسری آوازوں سے مختلف ہوتی ہے بلکہ جس میں کھانے والے کی ساری شخصیت سمائی ہوتی ہے۔ کسی شخص کے اصل کردار سے آشنا ہونا ہو تو کھانے کے دوران اس کے منہ سے برآمد ہونے والی آوازوں پر کان دھریں کیونکہ ہر شخص کے اندر کی ساری شرافت یا خباثت اس کے کھانے کی آواز ہی میں مضمر ہوتی ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ دسترخوان پر پوری دلجمعی سے بیٹھ کر کھانا کھانے اور بوفے ضیافت میں انتہائی سراسیمگی کے عالم میں کھانا زہر مار کرنے میں وہی فرق ہے جو محبت اور ہوس میں ہے، خوشبو اور بدبو میں ہے، صبح کی چہل قدمی اور سوگزی کی دوڑ میں ہے۔

معانی و اشارات

نمودار ہونا	- ظاہر ہونا، عیاں ہونا	سینہ چاکان چمن	- مراد عاشق
مد مقابل	- مخالف	ترک کرنا	- چھوڑ دینا
سرو قد کھڑا ہونا	- سیدھا کھڑا ہونا	وتیرہ	- طریقہ
ہم کلام ہونا	- بات کرنا، مخاطب ہونا	شرکا	- شریک کی جمع، شرکت کرنے والے
تختہ مشق بنانا	- کسی مقصد کے لیے کسی چیز کو بار بار استعمال کرنا	وارد ہونا	- حاضر ہونا
		حریص	- لالچی

خباثت	- بُرائی
مضمر	- چھپا ہوا
سراسیمگی	- گھبراہٹ
جواب آں غزل	- مراد ایک بات کے جواب میں دوسری بات کہنا
زہر مار کرنا	- نہ چاہتے ہوئے کھانا
کشید کرنا	- حاصل کرنا، کھینچنا

پرچے اڑنا	- پرزہ پرزہ ہونا
فی الفور	- فوراً
مراسم	- تعلقات
استوار ہو جانا	- قائم ہو جانا
بونے ضیافت	- ایسی دعوت جس میں کھانے والے پلیٹوں میں خود کھانا لے کر اکثر کھڑے کھڑے کھاتے ہیں۔
جہد لبقا	- زندہ رہنے کے لیے جدوجہد

مشقی سرگرمیاں

۱۔ سبق میں ذکر کیے گئے جسمانی اعضا کے نام تلاش کر کے لکھیے۔

۲۔ ”صاحب بہادر کھانا کھا رہا ہے یا آپریشن کر رہا ہے۔“ جملے کے مفہوم کو واضح کیجیے۔

* ذیل کے جملوں کے مطابق صحیح متبادل لکھیے :

الف۔ دسترخوان پر بیٹھتے ہی.....

- نفسا نفسی کی فضا بحال ہو جاتی ہے۔
- ڈارون کا نظریہ سچ نظر آنے لگتا ہے۔
- اعتماد کی فضا بحال ہو جاتی ہے۔

ب۔ انگریزی کھانے کے طریقے میں.....

- تہذیب و ثقافت کا رویہ ہوتا ہے۔
- مفاہمت اور رواداری کا رویہ ہوتا ہے۔
- جنگ و جدال کا رویہ ہوتا ہے۔

ج۔ کسی شخص کے اصل کردار سے آشنا ہونا ہو تو.....

- پلیٹ اور پلیٹ میں کھانے کی مقدار پر نظر رکھیں۔
- منہ سے نکلنے والی آوازوں پر کان دھریں۔
- کھانے کے دوران اس کی حرکات پر نظر رکھیں۔

د۔ دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد مددگار کو بلانے کا مطلب ہے.....

- میزبان میزبانی کا حق ادا نہیں کر سکا۔
- دسترخوان پر کسی چیز کی کمی تھی۔
- مددگاروں نے کوتاہی برتی ہے۔

* ذیل کے الفاظ کو لغوی ترتیب میں لکھیے :

وطن ، وصف ، واضح ، وارد

* سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ کھانے کے طریقوں میں ذیل کی تبدیلیوں کو ترتیب وار لکھیے :

- پلیٹ ہتھیلی پر سجادی گئی
- آلتی پالتی مار کر کھانا
- ٹہل ٹہل کر ہم کلام ہوتے ہوئے کھانا
- سرجوڑ کر کھانا

۲۔ دسترخوان پر بیٹھتے ہی ہونے والے پہلے فائدے کو اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

۳۔ تہذیبی گراف کے اوپر جانے سے مصنف کے اختلاف کا سبب تحریر کیجیے۔

۴۔ بحر الکابل اور ننھے منے جزیروں کے مرادی معنی لکھیے۔

۵۔ پٹھانوں کے کھانا کھانے کے طریقے میں اسلامی روایات تلاش کر کے لکھیے۔

۶۔ مصنف کو پٹھانوں کے کھانے کا انداز پسند آنے کی وجہ تحریر کیجیے۔

۷۔ بڑی خالہ کے کھانا تقسیم کرتے وقت پیش آنے والا واقعہ قلمبند کیجیے۔

۸۔ کھانے کے تہذیبی عمل اور نیم وحشی عمل کے فرق کو واضح کیجیے۔

۹۔ ”دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا ہماری ہزاروں برس کی تہذیب کا مظہر ہے۔“ سبق کے حوالے سے ثابت کیجیے۔

* ذیل کے جملوں سے مفرد، مرکب اور مخلوط جملوں کی شناخت کر کے لکھیے۔

* سبق میں 'رُک رُک کر، ٹھہر ٹھہر کر' فقرے آئے ہیں۔ اس طرح کے مزید دو فقرے لکھیے۔

* دیے ہوئے موضوع سے متعلق اتفاق رائے یا اختلاف رائے لکھیے۔

روٹی بینک ضرورت یا.....

* دیے ہوئے حروف کے نمبروں کے مطابق ذیل کے جوابی نمبروں سے صحیح ترتیب نقل کر کے بننے والا لفظ لکھیے۔

(i) فوراً/جھٹ پٹ کے معنی والا لفظ

حروف کے نمبر: ا ر ف ف ل و ی

6 5 4 3 3 2 1

6 5 4 3 3 2 1 (ii) 2 5 3 4 1 6 3 (i)

1 2 4 3 3 6 5 (iii)

(ii) سبق کا مرکزی موضوع ترتیب پاتا ہو

حروف کے نمبر: ا ت خ د ر س ن و

8 7 6 5 4 3 2 1

3 2 1 8 7 6 5 4 (ii) 7 3 8 2 5 6 4 (i)

7 1 8 3 5 2 6 4 (iii)

الف۔ دسترخوان کی ایک اور خوبی اس کی کفالت ہے۔

ب۔ یہ بچپن کی بات ہے۔

ج۔ ایک لحظہ کے لیے بھی یہ خطرہ محسوس نہیں ہوتا کہ آپ کے سامنے بیٹھا شخص آپ کا مد مقابل ہے۔

د۔ وہ اپنی پلیٹ میں ایک اُبلّا ہوا آلو لے کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر چھریوں کانٹوں سے گھنٹوں اس کے پرچے اُڑاتا رہتا ہے۔

* ذیل سے غیر متعلق لفظ الگ کیجیے:

(i) خوشیوں، بوٹیوں، جذبول، غموں

(ii) سروقت، وحشی، محبت، حریص

* سبق سے دو ایسے جملے تلاش کر کے لکھیے جن میں متضاد الفاظ آئے ہیں۔

دسترخوان پر کھانا کھانے کے فائدے

اضافی معلومات

مشرقی ممالک میں قدیم زمانے سے زمین پر بیٹھ کر کھانے کا رواج ہے۔ زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا کھانا اسلامی تہذیب ہے۔ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے کے لیے دونوں پیرموڑ کر بیٹھنا ہوتا ہے یا ایک پیرموڑ کر بیٹھا جاتا ہے جس سے معدے کا ایک حصہ دب جاتا ہے اور اس میں غذا کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان سیر ہو کر کھانے سے بچتا ہے جو بہتر صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ نیچے بیٹھ کر کھانے کی عادت سے جوڑوں کی ورزش ہوتی ہے جس سے جوڑوں میں چمک قائم رہتی ہے اور انسان جوڑوں کے درد سے محفوظ رہتا ہے۔

پیرموڑ کر بیٹھنے سے ریڑھ کی ہڈی پر دباؤ پڑتا ہے اور عضلات اور اعصاب میں تناؤ کم ہوتا ہے جس سے انسان آرام محسوس کرتا ہے۔ اس کی جسمانی وضع بہتر رہتی ہے۔ رکابی دسترخوان پر ہو تو ہرنوالے کے لیے سامنے جھکنا ہوتا ہے۔ اس مسلسل حرکت کے نتیجے میں معدے میں دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ اچھے باضمہ کا انحصار بہتر دوران خون پر ہے۔ اس طرح بیٹھ کر کھانے سے دماغ میں خون کی کم مقدار پہنچتی ہے۔ دماغ کو سکون ملتا ہے۔ پرسکون دماغ کے ساتھ کھانا کھایا جائے تو صحت پر اس کے مثبت اثرات پڑتے ہیں۔

کھڑے ہو کر کھانے پینے کے نقصانات

کھڑے ہو کر کھانے پینے سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا کھانے سے معدے میں سکڑاؤ پیدا نہیں ہوتا۔ معدے کی گنجائش زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے کھانا زیادہ مقدار میں اور تیزی سے کھایا جاتا ہے۔ نتیجے میں معدے میں ہضمی فرازات زیادہ خارج ہوتے ہیں جو تیزابیت (ایسڈیٹی) کا سبب بنتے ہیں اور بعض وقت انسان السر کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔ بسیار خوری کی عادت کے نتیجے میں انسان کا وزن بڑھتا جاتا ہے جو مختلف بیماریوں کی وجہ بنتا ہے جیسے بلڈ پریشر، ذیابیطس اور جوڑوں کا درد وغیرہ۔ کھڑے ہو کر کھانا کھانے کی عادت سے پیروں کے جوڑوں کی خاطر خواہ حرکت نہ ہونے سے بھی انسان گھٹنوں کے درد میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسلام نے پانی بھی کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا ہے اور بیٹھ کر تین سانس میں پینے کی تاکید کی ہے۔ ایک ہی سانس میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے معدے کی دیوار کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایسڈیٹی پیدا ہوتی ہے۔ گردے خون کی صفائی کا فعل ٹھیک طرح انجام نہیں دیتے جس کے نتیجے میں فاسد مادّے گردوں اور مثانے میں رہ جاتے ہیں اور ان اعضا کو نقصان پہنچاتے ہیں۔



۱۔ بادشاہ عقل و دل



ملا وجہی

پہلی بات : اُردو شاعری کے اولین نمونے جس طرح دکن میں پائے جاتے ہیں، اسی طرح نثر کے ابتدائی نمونے بھی دکنی اُردو ہی میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے اہم ملا وجہی کی 'سب رس' ہے۔ ملا وجہی نے یہ کتاب سلطان عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی تھی۔ یہ ایک طویل تمثیلی داستان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وجہی نے یہ کتاب فارسی زبان کے شاعر فتاحی کی مثنوی 'دستور العشاق' کو سامنے رکھ کر لکھی تھی۔ قصہ کہانی کہنا اور سننا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اسی شوق کو پورا کرنے کے لیے اُردو میں داستانیں لکھی گئیں۔ 'سب رس' کا قصہ نہایت دلچسپ ہے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ کتاب قدیم اُردو میں لکھی گئی ہے۔ اس کی عبارت مقفّی ہے۔ اس سبق کو پڑھ کر ہم قدیم اُردو سے آشنا ہو جائیں گے۔

جان پہچان : ملا وجہی قطب شاہی دور کے مشہور شاعر اور نثر نگار تھے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں انھیں ملک الشعرا کا درجہ حاصل تھا۔ وجہی کے مقام و تاریخ پیدائش کا تاریخ کی کتابوں میں ذکر نہیں۔ اسی طرح ان کے سن وفات کا بھی پتا نہیں چلتا۔ البتہ اتنا درست ہے کہ انھوں نے چار قطب شاہی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں مثنوی 'قطب مشتری، تاج الحقائق، ماہِ سیما و پری رُخ' وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔

ایک شہر تھا۔ اس شہر کا ناو سیتان۔ اس سیتان کے بادشاہ کا ناو عقل۔ دین و دنیا کا تمام کام اس تے چلتا۔ اس کے حکم باج ذرا کیس نہیں ہلتا۔ اس کے فرماے پر جو چلے، ہر دو جہاں میں ہوئے بھلے۔ سو اس عقل بادشاہ کوں، عالم پناہ کوں، ظل اللہ کوں، صاحب سپاہ کوں ایک فرزند تھا کہ اس کا جوڑا دنیا میں کنیں نہ تھا۔ واصلِ کامل، عاشقِ عاقل، عالمِ عامل، ناو اس کا دل۔ تخت و تاج کا لائق، سب پر فائق، بات میں قابل، سچ میں فاضل۔ سو ایک دیس، اس عقل بادشاہ، حقیقت آگاہ کے دل پر کچھ آیا، اپنا اندیشہ اپس کوں بھایا۔ سو اس کوں، اس شاہ زادے کوں، اس ماہ زادے کوں، اس متقی کوں، اس سب علماں کے دھنی کوں تن کے ملک کی بادشاہی دیا۔ تن کے ملک کا بادشاہ کیا، سرفراز کیا، ممتاز کیا۔ دل بادشاہ کے ہات میں تن کا ملک آیا۔ ٹھارے ٹھارے، کوئے کوئے، بازارے بازار اپنی دُراہی پھر آیا۔ تن دل کا فرماں بردار، جوں نفر خدمت گار۔ جدھر دل جاتا، دل کے پچھیں تن بی آتا۔ نوے نوے قانون دھرنے لگیا۔ دل، تن کے ملک کی بادشاہی کرنے لگیا۔

القصہ ایک رات دل بادشاہ کمباچ، طنبور، قانون، عود منگا کر، مطرباں خوش سرور بلا کر مجلس کیا۔ ارکانِ دولت، ندیم، قصہ خواں، خوش طبعان، لطیفہ گو یاں، حاضر جواباں، گل رویاں، خوش خویاں سب حاضر تھے۔ بارے اس وقت یکایک عین مستی میں، فراغِ دستی میں، اس کمال ہستی میں، ایک قدیم ندیم، بھوت لطافت سوں، بھوت فصاحت سوں، بھوت بلاغت سوں، بات کا سر رشتہ کاڑ کر، ایک تازے آبِ حیات کا قصہ پڑیا۔ ولے پڑتے وقت اس قصے کی مستی چڑی، سو آپے بی ٹک گر پڑیا۔ دل کھولیا، بات سنیا تھا سو بولیا کہ جو کئی یو آبِ حیات کو پیوے گا، دوسرا خضر ہووے گا۔ اس جگ میں سدا جیوے گا۔ دنیا میں جیونا اُسیج کا ہے۔ جو کئی یو آبِ حیات پیا نہیں، تو دنیا میں عبث آیا۔ کیا لذت دیکھیا، کچھ نہیں کیا۔ عبث جیا۔ جس کے دل میں یونیں طمع، کیا جیونا اس کا، کس جیونے میں جمع۔

جس کے آب حیات سوں تر ہوئیں گے لب، حیران ہووے گا، تماشا دیکھے گا عجب عجب۔ اس آب حیات کی بات کا اثر بھوت وہاں سوں دل بادشاہ کے سر چڑیا۔ دل بادشاہ اس آب حیات کی بات پر مطلق عاشق ہوا، بیتاب ہو پڑیا۔ دل بھوتچ طالب ہوا۔ اشتیاق غالب ہوا۔ بات سنتے اس حال کو انپڑیا، عاشق تھا بچارا بیچ سنیڑیا۔

القصہ دل بادشاہ، حقیقت آگاہ بھوت بے دل ہوا۔ دل پر کام مشکل ہوا۔ شہر سب حیران، گھر گھر لوگاں پریشان۔ جتے جتا دوڑے، سرگرداں ہو کر سب سر پھوڑے۔ پیشوا، دبیر، امیر، وزیر، کئی کر نیں سکے اس کی تدبیر۔ ویسے میں دل بادشاہ کوں، خصوص ایک جاسوس تھا، اس کا ناؤں نظر۔ سب ٹھاؤں اس کا گزر۔ سب جگہ کی معلوم اسے خبر۔ کئی نہ جاسکے وہاں جاوے۔ کئی نیں خبر لیا تا سو خبر لیاوے۔ سو و نظر جاسوس دل بادشاہ کے حضور آ کر، تسلیم کر بولیا کہ اے دل بادشاہ، عالم پناہ! مجھے رخصت دے۔ اس کام کوں میں جاؤں گا۔ جدھر کدھر ڈھونڈ کر توں منگتا سو آب حیات کی خبر میں لیاؤں گا۔ بارے دل بادشاہ نظر کی یو بات سنیا تو خوش ہوا۔ نظر جاسوس کوں شاباش، شاباش کہیا۔ گلے لگایا، خدا کی درگاہ اُمیدوار ہو کر رضا دیا کہ تو جا، یو خوش خبر لے کر بیگ آ۔ تاخیر نکو کر، اس کام کو تقصیر نکو کر۔ مبارک ہے، جاگے تیرے نصیب کہ نصر من اللہ و فتح قریب۔

معانی و اشارات

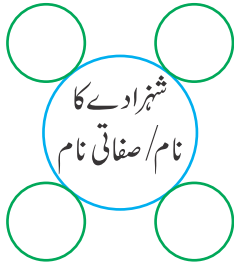
ناؤں	- نام	سرفراز کرنا	- عزت بڑھانا
تے	- سے	ٹھارے ٹھار	- جگہ جگہ
باج	- بغیر	کوئچے کوئچے	- کوچے کوچے، گلی گلی
کیں	- بھی	دُراہی پھرانا	- حکومت کا اعلان کرنا
نیں	- نہیں	نفر	- نوکر، ملازم
ہلتا	- ہلتا، قدیم تلفظ زبر کے ساتھ ہے۔	پچھیں	- پیچھے
قل اللہ	- اللہ کا سایہ۔ بادشاہ کو مخاطب کرنے کے لیے استعمال کیا جانے والا فقرہ	بی	- بھی
صاحب سپاہ	- فوج کا مالک	نوے نوے	- نئے نئے
کنیں	- کہیں	کسباج، طنبور،	موسیقی کے سازوں کے نام
واصل کامل	- اللہ کی یاد میں محو رہنے والا	قانون، عود	
عالم عامل	- اپنے علم پر عمل کرنے والا عالم	مطرباں خوش سرور	- اچھی آواز میں گانے والے
فائق	- ممتاز، برتر	ارکان دولت	- درباری
سج	- سمجھ	ندیم	- دوست
دہیں	- دن	طبعاں	- طبع کی جمع، طبیعت
حقیقت آگاہ	- سچائی کو جاننے والا	گل رویاں	- پھول جیسے، مراد خوبصورت چہرے والے
اپس کوں	- خود کو	خوش خویاں	- اچھی عادت والے
علماء کا دہنی	- بہت سے علوم کا ماہر	عین مستی میں	- نشے کی حالت میں
		فراغ دستی	- چھیڑ چھاڑ، دراز دستی

انپڑیا	- آ پہنچا
بیکیچ	- بہت جلد
سنپڑیا	- پکڑا گیا
جتنے	- مراد جتنے لوگ
جتنا	- جتنا
خصوص	- خاص
ٹھاوں	- جگہ
بارے	- آخر کار
رضا	- اجازت
بیگ آ	- جلدی آ
تاخیر	- دیر
نکو کر	- مت کر
تقصیر	- بھول چوک، قصور
نصر من اللہ و فتح	- اللہ کی مدد ہو تو فتح قریب ہوتی ہے۔
قریب	

کمال ہستی	- مراد انتہا
بھوت	- بہت (بروزن روگ)
سوں	- سے
فصاحت	- اچھی زبان کا استعمال
بلاغت	- کم سے کم الفاظ میں اپنا مطلب بیان کرنا
سررشتہ	- تعلق
کاڑ کر	- نکال کر
پڑیا	- پڑھا
ٹک	- ذرا
گئی	- کوئی
یو	- اس، یہ
جیونا	- جینا
اُتیچ کا	- اُسی کا
دیکھیا	- دیکھا
بھوتیچ	- بہت زیادہ

مشقی سرگرمیاں

* شہزادے کا نام اور صفاتی نام سے ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔



* سبق کے حوالے سے ذیل کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

- * سبق کا جو حصہ آپ کو پسند آیا، اُسے نقل کیجیے۔
- * ذیل کے الفاظ کا املا آج کے املے کے مطابق لکھیے۔
- گئی نہیں لیاوے کوں دیکھیا سچ
- ناوں یو انپڑیا سوں پچھیں اُتیچ کا
- * ذیل کے ہم معنی الفاظ سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔
- ۱۔ خدا کا سایہ ۲۔ منفرد ۳۔ پرٹھا
- ۴۔ دوست ۵۔ لالچ ۶۔ منشی
- ۷۔ رہبر / رہنما ۸۔ غلطی / کوتاہی ۹۔ خوش کلامی

- ۱۔ بادشاہ کا نام لکھیے۔
- ۲۔ بادشاہ کے لیے استعمال کیے گئے صفاتی ناموں میں سے دو نام تحریر کیجیے۔
- ۳۔ شہزادے کو جس ملک کی بادشاہت ملی اُس کا نام تحریر کیجیے۔
- ۴۔ آبِ حیات کی خاصیت سے متعلق جملے نقل کیجیے۔
- ۵۔ بادشاہ کے جاسوس کی خوبیوں کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- ۶۔ بادشاہ کے جاسوس کا نام لکھیے۔
- ۷۔ آبِ حیات کی تلاش میں جانے والے کا نام لکھیے۔
- ۸۔ آبِ حیات کا قصہ پڑھنے والے کے بارے میں لکھیے۔
- ۹۔ 'نصر من اللہ و فتح' قریب اس آیت کی سورت کا نام تحریر کیجیے۔

سب ایڈیٹرز کی فوری ضرورت ہے

- ☆ آپ کو سب سے پہلے خبر جانے کا شوق ہے۔
- ☆ جو دیکھا، جو سنا اسے دوسروں تک پہنچانے کیلئے بے تاب رہتے ہیں۔
- ☆ کتابیں، اخبار یا قاعدگی سے پڑھتے ہیں۔
- ☆ اپنی تحریر کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانے کی دھن سوار رہتی ہے۔

تعلیمی قابلیت اور صلاحیتیں:

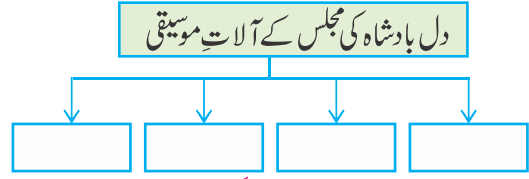
- ☆ ایم اے اردو، انگریزی، ماس کیوئی کیشن، اکنامکس اور 3 سالہ صحافتی تجربے کو ترجیح دی جائے گی۔
- ☆ گریجویٹ 5 سالہ تجربے کے ساتھ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔
- ☆ انگریزی سے اردو میں ترجمے کی خصوصی مہارت۔
- ☆ کمپیوٹر پر کمپوزنگ / ان پیج۔
- ☆ 24 گھنٹے میں کسی بھی شفٹ میں کام کرنے پر آمادگی۔

فالج و لقوہ

کا کا میا ب علاج (مرود خواہن) 16 سالہ تجربے
بسم اللہ کلینک، ٹیلی: www.unaibismillah.com
ڈاکٹر سید عبدالرحمن ایم ڈی (یونانی)
ڈاکٹر ساجدہ سلطانی ایم ڈی (یونانی)



* داستان کی مدد سے خاکہ مکمل کیجیے۔



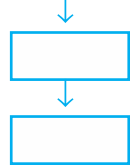
* داستان سے مقتفی جملے تلاش کر کے لکھیے۔

* 'آب حیات' سے متعلق رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

جو کئی یو آب حیات کو پیوے گا ← [] ہووے گا۔

↓
[] جیوے گا۔

↓
آب حیات سوں تر ہوئیں گے لب → [] ایچ کا ہے۔



* دیے ہوئے اقتباس کو موجودہ مروج املے کے مطابق لکھیے۔

القصہ دل بادشاہ، حقیقت آگاہ بھوت بے دل ہوا۔ دل پر کام مشکل ہوا۔ شہر سب حیران، گھر گھر لوکاں پریشان۔ جتے جتا دوڑے، سرگرداں ہو کر سب سر پھوڑے۔ پیشوا، دبیر، امیر، وزیر، کئی کر نیں سکے اس کی تدبیر۔ ویسے میں دل بادشاہ کوں، خصوص ایک جاسوس تھا، اس کا ناوں نظر۔ سب ٹھاواں اس کا گزر۔ سب جگہ کی معلوم اسے خبر۔ کئی نہ جاسکے وھاں جاوے۔ کئی نیں خبر لیا تا سو خبر لیاوے۔

قطب شاہی

اضافی معلومات

علاء الدین خلجی اور محمد تغلق کے دور حکومت میں بھارت کے جنوبی حصے کو دہلی سلطنت سے جوڑنے کی کوششیں ہونے لگی تھیں اور دہلی کے سلاطین اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ دہلی سے یہ علاقہ بہت دور ہونے کی وجہ سے سلاطین دہلی نے وہاں اپنے صوبے دار مقرر کیے تھے۔ وہ اپنے سپاہی ان علاقوں میں بھیجا کرتے تھے۔ تغلق حکومت میں ایسا ہی ایک فوجی سردار علاء الدین حسن (گنگو) جب دکن پہنچا تو اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دکن میں بہمنی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یہ سلطنت آگے چل کر پانچ صوبوں میں بٹ گئی اور ہر صوبے کا علیحدہ علیحدہ خود مختار بادشاہ ہوا۔ ان میں: (۱) عادل شاہی - بیجاپور (۲) قطب شاہی - گولکنڈہ (۳) نظام شاہی - احمد نگر (۴) عماد شاہی - برار (۵) برید شاہی - بیدر کی حکومتیں تشکیل پائیں۔ ان پانچوں سلطنتوں کے اکثر بادشاہ بڑے ادب نواز رہے ہیں بلکہ بعض بادشاہ خود اچھے شاعر اور موسیقی کے ماہر بھی تھے اور اپنے دربار میں فنکاروں کو بلند عہدے دیا کرتے تھے مثلاً گولکنڈہ کے بادشاہ عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں ملا جہتی اور بیجاپور کے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے دربار میں نصرتی 'ملک الشعرا' کہلاتے تھے۔



۱۱۔ خطوط

مرزا غالب

پہلی بات : ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ دور دراز مقامات پر سندیے پہنچانے کے لیے کبوتروں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ کاغذ کے پرزے پر لکھا ہوا مختصر سا پیغام کبوتر کے پیروں میں باندھ کر اڑا دیا جاتا جسے وہ منزل مقصود تک پہنچاتا تھا۔ جب ڈاک کا نظام قائم ہوا تو خطوط کو اہمیت حاصل ہوئی۔ ہمارے زمانے میں انٹرنیٹ اور ٹیلی فون کی سہولت کے سبب خطوط کا رواج ختم سا ہو گیا ہے۔ تاہم ادبی خوبیوں کے سبب مکتوب نگاری ہمارے ادب کا حصہ بن گئی ہے۔

جان پہچان : مرزا غالب ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو آگرے میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں ان کے والد عبداللہ بیگ فوت ہو گئے۔ ان کے چچا نصر اللہ بیگ نے ان کی پرورش کی۔ غالب نے ابتدائی تعلیم آگرے میں حاصل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں وہ دہلی منتقل ہو گئے تھے۔ ۱۸۵۴ء میں وہ ذوق کے انتقال پر مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے استاد مقرر ہوئے۔ مرزا غالب نے اگرچہ اپنے اردو کلام کے سبب شہرت حاصل کی مگر انھوں نے فارسی میں بھی بلند پایے کی شاعری کی ہے۔ غالب نے مکتوب نگاری میں اپنی الگ راہ نکالی۔ انھوں نے خط نگاری کے روایتی اور رسمی انداز کو ترک کیا اور خط کو بے تکلف گفتگو اور شخصی جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ مکتوب نگاری میں غالب کے خطوط کو اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔ ذیل میں ان کے مختلف موضوعی خطوط دیے جا رہے ہیں۔ ان کے اردو خطوط کا مجموعہ ’عمود ہندی‘ کے نام سے ۱۸۶۸ء میں اور دوسرا مجموعہ ’اردوئے معلیٰ‘ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ مرزا غالب نے ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو دہلی میں وفات پائی۔

منشی عبداللطیف : غالب کے عزیز دوست منشی نبی بخش حقیر کے بیٹے تھے۔ اس دوستانہ رشتے کی وجہ سے غالب کو حقیر کے اہل خانہ کا بڑا خیال رہتا تھا اس لیے جب عبداللطیف کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو غالب نے تہنیتی خط بھیجا۔

منشی شیونرائن آرام : غالب کے دوستوں میں سے تھے۔ مرزا ہر گوپال تفتہ اور آرام نے غالب کے خطوط مرتب کرنے کے لیے ان سے اجازت چاہی تھی مگر انھیں سختی سے منع کر دیا گیا۔ غالب اپنا پتا ’غالب‘، دہلی، لکھوانا چاہتے تھے مگر آرام غالب کا مکمل پتا لکھتے تھے اس لیے آرام کے خطوط انھیں صوری طور پر پسند نہیں آتے تھے۔ آرام کا اپنا پریس تھا جہاں غالب کی کتابیں شائع ہوتی تھیں۔

تہنیتی خط

بنام منشی عبداللطیف

برخوردار نور چشم عبداللطیف

بعد دعائے دوام دولت و طول عمر، معلوم کریں کہ بھائی صاحب کے کہنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ بہت مجھ کو خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تم کو مبارک کرے اور تم کو تمہارے باپ کے سایہ عطفوت اور اس کو تمہارے ظلِ رافت میں سلامت رکھے۔ اس کی اولاد تم کو دکھلاوے۔ تم جو نام رکھو، اس سے مجھ کو اطلاع دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی نام ایسا ملے کہ جس کے اعداد سے سال ولادت ظاہر ہو۔ والدعا

از اسد اللہ

مرسلہ: دو شنبہ، ۱۰ مارچ ۱۸۵۱ء

تجارتی خط

بنام منشی شیونرائن آرام

شفیق میرے، مکرم میرے، منشی شیونرائن صاحب!

میں نہیں چاہتا کہ دو جز یا چار جز کی کتاب ہو۔ چھ جز سے کم نہ ہو۔ مسطر دس گیارہ سطر کا ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے۔ شیرازے کی طرف کا کم ہو۔ اس کے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو، غلط نامے کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیے گا اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیے گا تو وہ بھی آپ کے شریک رہیں گے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں۔

کاغذ شیورام پوری ہو مگر سفید اور مہرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو۔ پھر یہ کہ حاشیے پر جو لغات کے معنی لکھے جائیں تو اس کی طرز تحریر اور تقسیم دل پسند اور نظر فریب ہو۔ حاشیے کی قلم بہ نسبت متن کی قلم کے خفی ہو۔ مرزا تفتہ کو پانچ جلدوں کا لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کیجیے گا۔ ان چھ جلدوں کی جولانگت پڑے، میں بہ مجرد طلب کے فوراً ہنڈی بھیج دوں گا۔

راقم اسد اللہ

سہ شنبہ، ۳۱ اگست ۱۸۵۸ء

تعزیتی خط

بنام نواب حسین مرزا

بھائی صاحب!

آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا لکھوں۔ تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں: اظہارِ غم، تلقینِ صبر، دعائے مغفرت۔ سو بھائی، اظہارِ غم تکلفِ محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے، ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر بے دردی ہے۔ پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کی جائے۔ رہی دعائے مغفرت؛ میں کیا اور میری دعا کیا؟ مگر چونکہ وہ میری مرہیہ اور محسنہ تھیں، دل سے دعا نکلتی ہے۔ تمہارا یہاں آنا سنا جاتا تھا۔ اس واسطے خط نہ لکھ سکا۔ اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا، یہ چند سطریں لکھی گئیں۔ حق تعالیٰ تم کو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔

تمہاری خوشی کا طالب

۱۵ نومبر ۱۸۶۶ء

غالب

معانی و اشارات

دوامِ دولت	- ہمیشہ مالدار رہنا	عطوفت	- شفقت، محبت
طولِ عمر	- دراز/ لمبی عمر	ظل	- سایہ
معلوم کریں کہ	- مراد آپ کو معلوم ہو کہ (یہ خط میں مخاطب کا ایک فقرہ ہے)	رافت	- مہربانی
		جز	- حصہ، سولہ صفحے

- ہنڈی - چیک، کاغذ زر، روپیہ وصول کرنے کے لیے دیا جانے والا سرکاری کاغذ
- دوشنبہ - پیر
- سہ شنبہ - منگل
- مربعیہ - پالنے والی
- محسنہ - احسان کرنے والی
- دشمنوں کی - مراد جس سے بات کی جارہی ہو، اس کی طبیعت خراب ہونا
- طبیعت ناساز ہونا

- مسطر - سطریں بنا ہوا کاغذ جس پر کاتب چھپائی سے قبل لکھتے ہیں۔
- شیرازہ - کتاب کی سلائی کا حصہ
- مہرہ - چھاپہ
- لعاب دار - چکنا کاغذ
- نظر فریب - دلکش
- خفی - باریک
- بہ مجرد طلب - طلب کیے جانے/ مانگے جانے پر

مشقی سرگرمیاں

- ۸- تجارتی خط کا مقصد تحریر کیجیے۔
- ۹- کتاب کے حاشیے سے متعلق احتیاط کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- ۱۰- کاپی کی تصحیح کے لیے ذمہ دار اشخاص کے نام لکھیے۔
- ۱۱- کاغذ کے معیار سے متعلق غالب کی پسند لکھیے۔
- ۱۲- جن صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہوا، اُن کا نام لکھیے۔
- ۱۳- غالب کے مطابق تعزیت کے لیے تین ضروری باتیں لکھیے۔
- ۱۴- اظہارِ غم کو تکلف محض کہنے کا مطلب اور سبب لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ:

مختلف ادبا اور شعرا نے اپنے دوست احباب، عزیز و اقارب کو تعزیتی خط لکھے ہیں۔ انھیں تلاش کر کے پڑھیے۔

خطوط کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱- خطوط کی قسموں کے نام لکھ کر رواں خاکے کو مکمل کیجیے۔
خطوط کی قسمیں: - -
- ۲- خط میں مخاطب کے لیے استعمال کیے گئے القاب لکھیے۔
- ۳- خطوط سے بے تکلف گفتگو کی ایک مثال لکھیے۔
- ۴- خطوط کے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے نام لکھیے۔
- ۵- منشی عبداللطیف کے خط کا موضوع بیان کیجیے۔
- ۶- والد اور نومولود کے حق میں غالب کی دعا کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- ۷- نام رکھنے سے متعلق غالب کی نصیحت تحریر کیجیے۔

مکتوب نگاری

اضافی معلومات

مکتوب یا خط ترسیل و ابلاغ کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کی ابتدا ماقبل تاریخ سے بتائی جاتی ہے۔ تحریر کو خط بھی کہتے ہیں جس نے بعد میں اپنے معنوں میں قدرے تبدیلی پیدا کی۔ خط متعدد اقسام کے ہوتے ہیں: نجی، سیاسی، دفتری، کاروباری، علمی اور ایسے جن کا کوئی بھی مقصد نہ ہو۔ نجی خط دو آدمیوں کے درمیان آپسی معاملے یا مقصد کے لیے لکھے جاتے ہیں اور ان خطوں میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ ان کی کیفیت راست گفتگو کی سی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ان خطوط میں عالمانہ اور خطیبانہ انداز بھی آجاتا ہے مثلاً ابوالکلام آزاد کے خطوط۔ مکتوب نگار کے جذبات کا مظہر بھی خط ہی ہوتے ہیں۔ اس سے خطوط میں انسانی عناصر کی شمولیت ادب کی عام اصناف کے مقابلے میں زیادہ حقیقی نظر آتی ہے اور ہم خط کو خود نوشتہ سوانح کے طور پر بھی پڑھتے ہیں۔ اردو مکاتیب پر شروع میں فارسی کا رنگ نمایاں رہا۔ القاب و آداب کی طوالت، مشکل الفاظ کا استعمال فارسی خطوط کی عام خصوصیات تھیں۔ اردو خطوط میں بھی یہی طرز رواج پا گیا۔ مرزا غالب نے اس روایت سے انحراف کیا اور خط لکھنے کا ایک نیا انداز اپنایا یعنی تحریر میں بات چیت کا ڈھنگ پیدا کیا۔ ان کے خطوط نے مکتوب نگاری کو ایک نیا اعتبار بخشا۔



پہلی بات: کہتے ہیں ایک بادشاہ ایسا بھی گزرا ہے جسے اپنی تعریف بالکل پسند نہ تھی۔ ایک دن اس کے دربار میں ایک شاعر اپنی کسی غرض سے پہنچا اور آداب شاہی کے مطابق سلام کرنے کے بعد عرض کیا: 'حضور عالی! میں جانتا ہوں کہ آپ سارے بادشاہوں میں اس لحاظ سے مختلف ہیں کہ آپ کو اپنی تعریف قطعی پسند نہیں اس لیے میں آپ کی شان میں تعریفی کلمات ادا کیے بغیر ہی اپنی ضرورت بیان کرتا ہوں۔ بادشاہ کو اس کا انداز مخاطب پسند آیا۔ بادشاہ نے کہا: تم سچ کہتے ہو۔ اور اس کی ضرورت پوری کر دی۔ اگر آپ غور کریں تو محسوس ہوگا کہ کھلے طور پر نہ سہی اس عقل مند شاعر نے بادشاہ کی ایک خوبی بیان کر کے بہر حال بادشاہ کی تعریف کر ہی ڈالی جو بادشاہ کو پسند آئی۔ یہ حقیقت ہے کہ تعریف کرنے والا تعریف سننے والے کے دل میں جگہ بنالیتا ہے۔ البتہ جھوٹی تعریف سے ہمیں پرہیز کرنا چاہیے۔

اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تعریف حمد کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کائنات اور اس جیسی ہزار ہا کائناتوں کا خالق ہے۔ اسی نے ہر شے کو پیدا کیا ہے۔ شاعروں کے قلم میں تاثیر بھی اسی کی عطا ہے۔ حمد میں شاعر اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کرتا اور اس کی مختلف صفات کا ذکر کرتا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر جو پروردگارِ عالم اور کارساز بھی ہے، اپنی مخلوقات پر مہربان ہے، کائنات کی ہر چیز سے اس کی قدرت اور کاریگری ظاہر ہے۔ اس کی نعمتیں ہر وقت بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ اس کا حق ہے کہ ہم اس کی تعریف بیان کریں۔ ذیل کی حمد میں یہی خیال خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

جان پہچان: رشید افروز یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء کو احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام شیخ عبدالرشید ہے۔ انھوں نے آرٹس اور کامرس میں ماسٹر کی ڈگریاں حاصل کی ہیں اور وکالت کی ڈگری بھی رکھتے ہیں۔ کچھ برس وہ احمد آباد کے انجمن ہائی اسکول میں ریاضی کے مدرس رہے، پھر بینک آف بڑودہ میں ملازمت کرنے لگے۔ رشید افروز سینئر مینجر کے عہدے سے وظیفہ یاب ہوئے ہیں۔ اُن کی شاعری کا مجموعہ 'دُغی' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ انھوں نے بعض مضامین کا گجراتی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔

رہ گزر کوئی ہو ، منزل کا تقاضا تو ہے
دل نے جس وقت ، جہاں دل سے پکارا ، تو ہے
چشمِ بینا کو بصیرت ، دلِ محزون کو یقین
دُوبتی آس کو تنکے کا سہارا تو ہے
اپنے محور پہ ہیں گردش میں اگر شمس و قمر
جس کے قبضے میں ہے انجامِ زمانہ ، تو ہے
چاند سورج ترے اوصاف بیاں کرتے ہیں
ہم فقط نور کا پرتو ہیں ، سراپا تو ہے
رات اور دن ہیں پروئے ہوئے موتی کی طرح
ظلمتِ شب میں نئے دن کا وسیلہ تو ہے

صبح صادق کی سپیدی تری عظمت کا نشان سجدہ کرتا ہے جسے شب کا اندھیرا ، تو ہے
تجھ سے بڑھ کر کوئی شفقت نہیں کرنے والا تیرا ہمسر ہے نہ ثانی کوئی ، کیسا تو ہے
تو جسے چاہے اُسے تخت دے ، تاراج کرے ملک تیرا ہے ، حکومت تری ، آقا تو ہے
سیکڑوں بار ہوا یوں ، مجھے ٹھوکر بھی لگی میں جو گرنے سے ہوں محفوظ ، سہارا تو ہے
جب مدد کے لیے موجود کہیں کوئی نہ تھا دل نے اُمید جگائی ، مرے مولا ، تو ہے
خود کو دیکھوں تو دکھائی نہیں دیتا کچھ بھی
تجھ کو سوچوں تو ہر اک شے میں سایا تو ہے

خلاصہ : دنیا میں مختلف مذاہب کا نصب العین صرف اللہ کی اطاعت ہے۔ ان کی راہیں اگرچہ مختلف ہیں مگر مقصد صرف ایک ہی ہے۔ اللہ رب العزت کے ماننے والے صدق دل سے جہاں بھی اسے پکاریں، وہ وہاں موجود ہے۔ آدمی چاہے صد ہا پریشانیوں کا شکار ہو مگر اسے آس اور اُمید صرف اللہ کی ذات سے لگی رہتی ہے۔ وہی آدمی کے دل کا یقین اور اس کی آنکھ کا نور ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور آخرت کا مالک ہے۔ زمین، سورج اور چاند کی گردش اسی کے حکم کے تابع ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں اسی کا نور بکھرا ہوا ہے۔ دن اور رات اسی کے حکم سے بدلتے ہیں۔ دن کی سفیدی سے رات اور رات کے اندھیرے سے دن کو اللہ تعالیٰ ہی نکالتا ہے۔ وہ کیسا ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ بڑا شفیق و مہربان ہے۔ اس کی قدرت سے بادشاہ فقیر اور فقیر بادشاہ ہو جائیں۔ اللہ رب العزت کائنات کی ہر چیز کا سہارا ہے۔ اگر صدق دل سے اسے پکارا جائے تو اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ ظاہری آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا مگر وہ ہر جگہ موجود ہے۔

معانی و اشارات

چشمِ بینا	- دیکھنے والی آنکھ مراد سچائی کو پہچاننے والی آنکھ	ہمسر	- برابری کرنے والا
بصیرت	- مراد عقل و فہم	سپیدی	- سفیدی
دلِ محزوں	- غمگین دل	تاراج کرنا	- برباد کرنا
پرتو	- سایہ	اُمید جگانا	- اُمید پیدا کرنا

مشقی سرگرمیاں

- * نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی استحضانی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔
- ۱- نظم کی صنف، شاعر کا نام اور تخلص لکھیے۔
 - ۲- نظم میں بیان کی گئی اللہ تعالیٰ کی صفات کو تحریر کیجیے۔
 - ۳- نظم سے صنعت تضاد کے اشعار نقل کیجیے اور متضاد الفاظ کو خط کشیدہ کیجیے۔
 - ۴- نقل ہو اللہ احد اس آیت کے مفہوم والا شعر نقل کیجیے۔
 - ۵- نظم سے کوئی چار قافیے لکھیے۔
 - ۶- نظم سے ہم معنی الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔
 - ۷- حمد سے اپنی پسند کا ایک شعر لکھیے اور پسندیدگی کی وجہ بیان کیجیے۔
 - ۸- 'نور علی نور' کی صفت والے شعر کو نقل کیجیے۔

* ذیل کے اشعار کی مختصر تشریح کیجیے۔

۱۔ تو جسے چاہے اُسے تخت دے، تاراج کرے

ملک تیرا ہے، حکومت تری، آقا تو ہے

۲۔ خود کو دیکھوں تو دکھائی نہیں دیتا کچھ بھی

تجھ کو سوچوں تو ہر اک شے میں سمایا تو ہے

* نظم کے قافیوں کے علاوہ نظم سے دوسرے ہم صوتی الفاظ

تلاش کیجیے۔

* حمد سے وہ مصرع تلاش کیجیے جس میں ضرب المثل آئی ہے۔

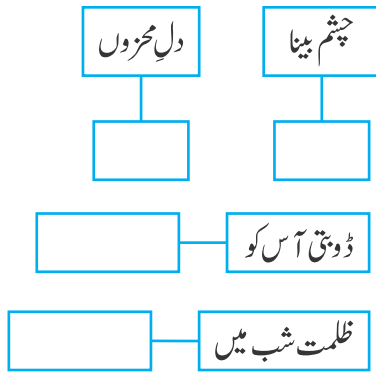
* سائنس کی روشنی میں ان مصرعوں کی وضاحت کیجیے۔

۱۔ اپنے محور پہ ہیں گردش میں اگر شمس و قمر

۲۔ رات اور دن ہیں پروئے ہوئے موتی کی طرح

* 'حمد' سے زیر اضافت والی ترکیبیں تلاش کر کے لکھیے۔

* دیے ہوئے الفاظ کی مناسبت سے لفظ لکھیے۔



اضافی معلومات

علامہ اقبال

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت

چشتی نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا

نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا

جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا

سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا

مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا

ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسمان سے

پھر تاب دے کے جس نے چکائے کہکشاں سے

وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

بندے کلیم جس کے، پر بت جہاں کے سینا

نوحِ نبی کا آکر ٹھہرا جہاں سفینہ

رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینہ
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

نظم کا مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

* نظم میں مذکور ملکوں کے نام تحریر کیجیے۔

* نظم سے صنعتِ تلمیح کے اشعار نقل کر کے تلمیحی اجزا کو خط کشیدہ

کیجیے۔

* نظم میں 'خدا کے ایک ہونے' کے لیے استعمال کی گئی صفت

لکھیے۔

* نظم میں ہندوستان کی بیان کردہ خصوصیات/خوبیوں کی فہرست

تیار کیجیے۔

* دنیا کو ہندوستان نے جن چیزوں سے نوازا ہے، ان کے نام

لکھیے۔

* دیے ہوئے مصرعوں کے مفہوم کو واضح کیجیے۔

۱۔ نانک نے جس چمن سے وحدت کا گیت گایا

۲۔ مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا

۳۔ میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

۴۔ نوحِ نبی کا آکر ٹھہرا جہاں سفینہ



۲۔ باغِ نخلہ کے مسافر پر سلام

سلیم شہزاد

پہلی بات : آپ جانتے ہیں کہ ہر نظم کی ایک خاص ہیئت ہوتی ہے اس کے تمام مصرعے ایک خاص آہنگ کی وجہ سے ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر نظم 'زمین کرب و بلا' کو دیکھیے۔ اس نظم کا ہر ٹکڑا (بند) چھ چھ مصرعوں اور مخصوص قافیوں والا ہے۔ یہ بات ذیل کی نظم کی ہیئت میں نہیں ملتی۔ اس کے بہت سے مصرعے چھوٹے بڑے ہیں۔ جس نظم کا ایک خاص آہنگ اور لے ہو لیکن جس کے مصرعے برابر کے نہ ہوں، اسے آزاد نظم کہتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا نبی بنا کر بھیجا۔ اعلانِ نبوت کے فوراً بعد آپؐ نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کا کام شروع کر دیا۔ اپنے رشتے دار، شہر والے اور پھر دیگر بستیوں کے لوگوں کو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی۔ حضورؐ نے اسی سلسلے میں طائف کا سفر اختیار کیا۔ وہاں کے لوگوں اور مشرکوں نے آپؐ کی مخالفت کی اور آوارہ لڑکوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے پتھر مار مار کر آپؐ کو لہو لہان کر دیا۔ وہ آپؐ کی زندگی کا سخت ترین دن تھا۔ اسی واقعے کو شاعر نے ذیل کی نعت میں بیان کیا ہے جو آزاد نظم کی ہیئت میں ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی تعریف و توصیف میں کبھی جانے والی نظم کو نعت کہتے ہیں۔ نعت میں آپؐ کی سیرت کے واقعات بھی بیان کیے جاتے ہیں مثلاً آپؐ کی ولادت کا بیان کرنے والی نعت مولود نامہ کہلاتی ہے۔ معراج کے واقعے پر لکھی گئی نعت معراج نامہ، آپؐ کی صفت نور پر لکھی گئی نعت نور نامہ اور آپؐ کے وصال پر لکھی ہوئی نعت وفات نامہ کہلاتی ہے۔ ان کے علاوہ آپؐ کی ذات کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ بھی نعت میں کیا جاتا ہے۔ نعت گوئی کی روایت حضرت محمد ﷺ کے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔ رسول اللہؐ کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ عربی کے مشہور نعت گو ہوئے ہیں۔ بصری کا نعتیہ قصیدہ 'قصیدہ بردہ' بھی عربی کے نعتیہ ادب میں نہایت اہم ہے۔ اردو میں حسن کا کوروی، حالی، احمد رضا خاں بریلوی وغیرہ کی نعتیہ تخلیقات کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔

جان پہچان : سلیم شہزاد یکم جون ۱۹۴۹ء کو دھولیہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مایگاؤں میں تعلیم حاصل کی اور درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ اردو اور انگریزی ادب کی تمام اصناف پر ان کی گہری نظر ہے۔ تنقیدی کتابوں کے علاوہ انھوں نے لغات اور اردو قواعد پر بھی کتابیں لکھیں۔ 'فرہنگ ادبیات، دعا: پر منتشر، جیم سے جملے تک، ویرگاتھا' وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان کا شمار جدید شعرا میں ہوتا ہے۔ انھوں نے آزاد نظم میں تجربات کیے ہیں۔ ان کی نظموں کی شعری لفظیات عربی فارسی ترکیبوں سے ایک خاص اسلوب بناتی ہے۔

وہ اندھیروں میں اُجالے بانٹنے نکلا

تو مسموم آندھیاں

اس کے چراغِ شمس آسا کو بجھانے کے لیے گرداں ہوئیں

مجنون و کاہن کہہ کے اس کے علم ربانی کو

اس کے وسوسوں کا روپ جانا

وہ تو تشکیک و گمان و وہم سے آزاد تھا

لیکن چہار اطراف مسموم آندھیاں

وہم و گمان کے بیج بوتے پھر رہی تھیں